گلدستۂ نعت

چند لکھنے والے:-

رشید احمد صدیقی (پیش لفظ)

مولانا حالی ۔	دھرم پال گپتا وفا	بہزاد لکھنوی
ڈاکٹر اقبال ،	لال چند فلک	کیف ٹونکی
جگر مرادآبادی	بال مکند عرش ملسیانی	اکبر میرٹھی
علامہ سہیل	پربھو دیال عاشق	محشر دہلوی
محسن کاکوروی	چودھری دِتورام کوثری	خلش کاشمیری
جوش ملیح آبادی	اصغر گونڈوی	نظر مالیگانوی
فراق گورکھپوری	مہاراجہ کشن پرشاد	رئیس امروہی
حسرت موہانی	بسمل الہ آبادی	مجید لاہوری
خان	پنڈت ہری چند اختر	بلقیس جہاں پنہاں
حفیظ جالندھری	شفیق جونپوری	سیماب اکبرآبادی
ماہرالقادری	ساغر نظامی	منشی چمن لال چمن
امیر مینائی	احسن رضوی	اور شکیل بدایونی
ترنم لکھنوی	میر عثمان علیخان	وغیرہ وغیرہ

عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحرا ست
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قلم را

فراق گورکھپوری

انوار بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ امت اسلام میں محدود نہیں

(در رسالہ جگناتھ صاحب آزاد)

ظل عباس عباسی امروہوی

(۹، بابا میرجی گوند بلڈنگ ناگپاڑہ بمبئی) ۸

۲۹۳

شکریہ ان تمام احباب کا جنہوں نے خاص نمبر کے سلسلہ میں تعاون دل افزا کا عمل فرمایا۔

نیز ان تمام حضرات کا بھی جنہوں نے نئی راہ کے جشن ولادت یا ربیع الاول نمبر کی قدر کی۔

خاص طور پر تمام مضمون نگار صاحبان اور شعرائے کرام کا جنہوں نے ان نمبروں کے لئے تازہ مقالات یا نعتیں مرحمت فرمائیں۔

علی الخصوص محمد یوسف صاحب باکوٹہ کا جنہوں نے قدر شناسی اور ہمت افزائی کا مظاہرہ کیا اور اپنی طرف سے جشن ولادت کے نسخے کثیر تعداد میں جا بجا شہر کی لائبریریوں کو مفت تقسیم کیے۔

معذرت شکریہ کے ساتھ ساتھ میں لکھائی اور چھپائی کے سلسلہ میں خاص طور سے معذرت خواہ ہوں اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ اعلان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ

آئندہ ان شاء اللہ ہر نمبر کی کتابت اور طباعت بہت صاف ستھری ہوا کرے گی۔ یعنی

"یا آئندہ کوئی نمبر شائع نہیں کیا جائے گا یا اس سے بہتر طور پر شائع کیا جائے گا"

اس کے علاوہ شعرائے کرام سے بھی معذرت خواہ ہوں کہ تمام نعتیں صفحات کی کمی کی وجہ سے شامل نہیں کی جا سکیں۔ اس کے علاوہ ترتیب بھی وہ نہیں رہی جو ہونی چاہیے تھی۔ بعض ناموں کے ساتھ القاب اور آداب بھی کتابت کی نذر ہو گئے۔

"بہرکیف یہ ایک نذرِ عقیدت ہے جو ہر شاعر نے اپنی فکر و بصیرت کے مطابق فخرِ کائنات کے حضور گزرانی ہے لہٰذا اسی حیثیت سے اس پر نظر بھی ڈالنی چاہیے۔

گلدستۂ نعت

(۲) مشہور شعرا کی نعتیں

(۳) چند اور نعتیں (مطبوعہ)

تازہ نعتیں!!

خواتین کی نعتیں

جوش ملیح آبادی

"بے مثال جلیل القدر انسان"

"جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے اس تمام رندی و آزادروی کے باوصف میرے دل کو پیغمبرِ اسلام کی شخصیت کے ساتھ وہ تعلق ہے جسے شدید عقیدت و محبت کے تعلق کے سوا اور کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اور یہ میرا عقیدہ محکم (مع دلائل محکم) ہے کہ جب سے یہ نظام (کائنات؟) کا کاروبار جاری ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج کی تاریخ تک ہمارا یہ آفتاب "محمد عربی" سے بہتر انسان پر نہیں چمکا ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(ریاست دہلی ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۵۳ء)

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اگر حضرت موسیٰ پرتوِ جلال تھے تو حضرت عیسیٰ مظہرِ جمال، لیکن آنحضرت صلعم کی ذات صاحبِ کمال ہے۔ اس لئے کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ آپ لے لیجئے ہر ایک میں آپ کی مہارت اہلِ بصیرت کے لئے نمایاں طور پر نظر آئے گی۔

ایم۔ اے پرکار
(سابق ایڈیٹر خبر مار)

مولانا ظفر علیخان

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھیں تو ہو ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھیں تو ہو

پھوٹا جو سینۂ شب تار الست سے اس نور اولیں کا اجالا تمھیں تو ہو

سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمھیں تو ہو

اے تاجدار یثرب و بطحا تمھیں تو ہو!

جشن ولادت غیر مجلد	۱۲/	جشن ولادت مجلد	عہ/
گلدستہ نعت	۱۰/	جشن ولادت مع ضمیمہ مجلد	۱۲/
گلدستہ نعت مع ضمیمہ غیر مجلد	عہ/	گلدستہ نعت مع ضمیمہ مجلد	۱۲/

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات نوٹ فرمالیں۔
محصول ڈاک مجلد کے لئے ۱۰/ اور غیر مجلد کے لئے ۸/

- پانچ نسخے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک نہیں لیا جائے گا
- تاجرانہ کمیشن کے سلسلہ میں ادارہ نئی راہ سے خط و کتابت کی جائے۔
- لائبریریوں کے ساتھ خصوصی رعایت برتی جائے گی۔

پیش لفظ

پروفیسر رشید احمد صدیقی

نعت کہنا آسان نہیں ہے۔ یہ نعت کی خوش نصیبی ہے نعت گویوں کو سراہنے والے بہت مل جاتے ہیں؛ یہ نعت کی بدنصیبی ہے۔ سرکارِ دو عالم سے عام شعرا جس عقیدت کا اظہار کرتے ہیں وہ رسمی یا مذہبی زیادہ ہوتی ہے شخصی بہت کم۔ نعت ہی نہیں دوسری اصنافِ سخن کا بھی یہی حال ہے اس لئے ہمارے ہاں کی شاعری زیادہ تر ذہن کی شاعری ہو کر رہ گئی ہے۔

آج سے پہلے حمد و نعت میں کچھ نہ کچھ کہنا ہر شاعر کے لئے ضروری ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ کیا تھا۔ خدا ہو، رسول ہوں، کوئی ہو جب تک شاعر کو اس سے شخصی شغف نہ ہوگا بات نہ بنے گی۔

کبھی بہت زیادہ، اب بہت کم، نعتیہ شاعری پر وجد یا رقص کرنا بعضوں کے نزدیک عبادت ورنہ خوش اطواری یا وضعداری سمجھی جاتی تھی۔ سماع کی محفلوں میں آپ نے کیسے کیسے بے سرے گانوں یا اشعار پر لوگوں کو "دست افشاں و پائے کوباں" دیکھا ہوگا میں یہ نہیں کہتا کہ نغمہ یا نعت کا اثر نہیں ہوتا۔ میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ لایعنی اشعار یا گانے پر سر دھننا کوئی سلیقہ کی بات نہیں ہے۔ میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ گھٹیا شعر بڑھیا سے بڑھیا گَمنے کو چوپٹ کر دیتا ہے۔ ایسے اشعار یا ایسے گانے پر بھی اگر کوئی رقص یا وجد کرے اور یہ بتلائے کہ یہ عبادت ہے تو پھر بھی کچھ نہ کہوں گا سوائے اس کے کہ میں عبادت کا قائل ہوں، لیکن اس پر تیار نہیں ہوں کہ عبادت آپ کریں اور خوں بہا میں ادا کروں۔

اردو نعت میں بھی چند بزرگوں کا قائل ہوں مثلاً حالیؔ مرحوم، اصغرؔ گونڈوی مرحوم اور حضرت اقبالؔ مغفور کا۔

جہاں تک شاعرانہ حسن آفرینی و حسن کاری کا تعلق ہے محسنؔ کاکوروی مرحوم کے کمال کا بھی معترف ہوں، کیسی پُرخلوص کیفیت و لطیفہ سے نسبت کس لطف و شائستگی سے یہ

گزرے میں کہ بے اختیار دل سے تحسین نکلتی ہے۔ لیکن محسن کے ہاں صفائی ہے
سپردگی نہیں، تخیئل کی رعنائی ہے۔ روح کی وارفتگی نہیں۔ سخن ہے تشغف نہیں۔

حالی مجسم انسانیت تھے بحر رحمت عالم کے حضور میں، اردو نعت میں آج تک نظم
کہی گئی ہو یا نثر حالی کی نعت کا جواب نہ ہوا۔ ایک سے ایک سحر طراز آئے لیکن حالی سے
نہ آگے بڑھ سکے نہ ہمدوش ہو سکے۔ مستفید بھی ہوئے۔

اقبال کو رسالت مآب سے جو شخصی والہانہ محبت و عقیدت تھی وہ طرح طرح کر
ان کے کلام میں جلوہ گر ہے۔ مجھے اکثر یہ محسوس ہوا ہے کہ اقبال کے کلام کا وزن، وقار
اور حسن و جلال رسول عربی کی گراں مایہ شخصیت کے محور پر گردش کرتا ہے اور یہی وہ
قوت ہے جو ان کے کلام میں کہیں کہیں سے ڈھیلا نہیں آنے دیتی۔

اقبال پر بعض نکتہ چیں یہ کہتے ہیں کہ اقبال پر مذہب کی گرفت ہے جیسا اعتراض
سطحی اور اصطلاحی ہے۔ در اصل اقبال پر سب سے بڑے انسان کی گرفت ہے جو سب سے
بڑے مذہب کی نہیں اور اقبال کا یہ اتنا بڑا امتیاز ہے جو بہت ہی بڑے اشخاص
یا شعراء کے حصہ میں آیا ہے۔

نعتیہ کلام کی محرومی یہ رہی ہے کہ ہمارے بیشتر شعراء نے اسے ایک مقدس رسم سمجھ کر اختیار
کی۔ سننے والوں سے ثواب کی خاطر آہ یا واہ کرلی۔ اس طرح کے کلام اس طرح کے شعراء اور اس
طرح کے سامعین نے بالآخر نعت کو تبرکوں یا شاعروں کا شیوہ نہیں۔ میراثیوں کا پیشہ بنا دیا۔

(گلبانگ حرم)

رشید احمد صدیقی
یونیورسٹی - علی گڑھ (یوپی)

حضور رسالت مآب میں

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا
جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

کہا حضور نے اے عندلیبِ باغِ حجاز
کلی کلی ہے تری گرمیٔ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوشِ جامِ ولا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز
اڑا جو پستیٔ دنیا سے تو سوئے گردوں
سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے برنگ بو آیا!
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا؟

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی

جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ)

ولادت رحمۃ للعالمینؐ

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت — بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ و نویدِ مسیحاؑ

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطاکار سے درگزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

حالیؔ

سلام

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

سلام اے سرِ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ، یہی اشغالِ روحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی

حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی

ترا در ہو مرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

(حفیظ جالندھری)

گلدستۂ نعت

سلام علیک

(تضمین بر غزل مولانا جامیؒ)

بحضرتِ شہِ ہر دو سرا سلام علیک ۔۔۔ بجانبِ نگہِ مصطفیٰ سلام علیک
بعد ہزار ادب و التجا سلام علیک ۔۔۔ ز من رہین بہ مدینہ صبا سلام علیک

چنانکہ می برد اہلِ دعا سلام علیک

حریمِ قدس میں دے حاضری بقلبِ صمیم ۔۔۔ دکھا دو زیارت پہنچ کے پیشِ حطیم
دعائیں مانگ بڑے مقامِ ابراہیمؑ[1] ۔۔۔ رساں رساں بہ درِ روضۂ رسولِ کریم

بعد تضرع زما بینوا سلام علیک

خدائے رحمتِ عالم رہِ نشانِ کرم ۔۔۔ بہ ذوق و شوق و دعا بر لب بدیدۂ نم
کہی جا بہ ادب عرضِ مدعا پیہم ۔۔۔ بروزِ عین توقعِ کہ از گنہگارم

نہ رد کنی بہ پذیری شہا سلام علیک

جنونِ شوق میں شاید ابھی ہے کچھ خامی ۔۔۔ ستا رہا ہے بہت دل کو رنجِ ناکامی
حمید کا نہیں تیرے سوا کوئی حامی ۔۔۔ زخستہ عاجز و مسکین و ناتوان جامی

رساں بحضرت او اے صبا سلام علیک

زائرِ حرم حضرت حمید صدیقی لکھنوی

[1] باب کعبہ کی سمت مقابل میں محل نشانِ قدم ابراہیم ہے جو قرآن شریف میں مقامِ ابراہیم کہا گیا ہے

سلام

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ جو ٹوٹی امیدوں کا سہارا تھا
سلام اس پر کہ جس نے گیسوئے فطرت سنوارا تھا

سلام اس پر کہ جسنے بیقراروں کو سکوں بخشا
سلام اس جان رحمت پر چچا کا جسنے خوں بخشا

سلام اس پر کہ اسرار نبوت جسنے سمجھائے
سلام اسپر کہ جسنے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اسپر کہ جسنے [illegible] پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اسپر کہ جسنے گالیاں سنکر دعائیں دیں

سلام اسپر کہ جسکا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پہ ہوا مجروح جو بازار طائف میں

سلام اسپر جو فاقہ کر کے بھوکوں کو کھلاتا تھا
سلام اسپر مسجد کے لئے پتھر اٹھاتا تھا

سلام اسپر گذارا جسکا اک نان جویں پر تھا
سلام اسپر بچھونا جسکا پتھریلی زمیں پر تھا

سلام اسپر کہ جسکی چاند تاروں نے گواہی دی
سلام اسپر کہ جسکی سنگ پاروں نے گواہی دی

سلام اسپر کہ جسنے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اسپر کہ مشکیں کھولدیں جسنے اسیروں کی

سلام اسپر وطن کے لوگ جسکو تنگ کرتے تھو
سلام اسپر کہ گھر والے بھی جسکو تنگ کرتے تھے

سلام اسپر کہ جسنے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا
سلام اسپر کہ جسکے حکم سے سورج پلٹ آیا

سلام اسپر جسے منظور تھی آسائش امت کی
سلام اسپر کہ جسکو فکر بخشائش تھی امت کی

مولانا ماہر القادری

رسولِ عربیؐ

وہ رسولِ عربیؐ فخرِ رسولانِ سلف — ذاتِ اقدس سے ملا جسکی زمانہ کو شرف
جس پہ نازل ہوا قرآن سا کامل مصحف — جسکے تابع ہیں جن و انس و ملائک کی بھی صف

اک وہی شمعِ نبوت جو ضیا بار ہوئی
ساری تاریک فضا مطلعِ انوار ہوئی

ہر زمانے میں پیمبر بھی نبی بھی آئے — مصلحِ ملک و ملت بھی رشی بھی آئے
حق کے جویندہ بھی حق کے ولی بھی آئے — واقفِ محرمِ اسرارِ ازلی بھی آئے

آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

کس نے جامِ مے توحید پلایا سب کو — کس نے پیغامِ مساوات سنایا سب کو
راستہ کس نے حقیقت کا دکھایا سب کو — کس نے اس حسن کا دیوانہ بنایا سب کو

تم نے دیکھا ہے بہت دفعہ پیغام اسکا
اور بھی کوئی گذرا ہو تو لو نام اس کا

کوئی صدیقؓ سا گذرا ہو تو للہ دکھاؤ — تم نے فاروقؓ سا دیکھا ہو تو للہ دکھاؤ
کوئی عثمانؓ سا آیا ہو تو للہ دکھاؤ — کوئی حیدرؓ کا سا پایا ہو تو للہ دکھاؤ

ثانیٔ احمدِ بے میم تو کیا لاؤ گے
انکی امت کی مثالیں بھی نہیں پاؤ گے

(حضرت جگر مرادآبادی)

شبِ ولادت

یہ شب اور یہ شب کی بہار اللہ اللہ — یہ چاند اور یہ اس کا نکھار اللہ اللہ

تجلی تجلی درخشاں درخشاں — ہر اک شئے ہے خود جلوہ بار اللہ اللہ

فضا میں تجلی خلا میں تجلی — ہے ظلمت کو اک انتشار اللہ اللہ

چمن مہکا مہکا جہاں مہکا مہکا — ہر اک ذرہ ہے عطر بار اللہ اللہ

ملائک میں اک شور صلِ علیٰ ہے — دو عالم میں ہے اک پکار اللہ اللہ

ازل سے ہے جو تاج شاہی کا حامل — ہے آنے کو وہ تاجدار اللہ اللہ

نبی کرم شفیع دو عالم — جو ہے رحمت کردگار اللہ اللہ

امید گل آرزوے زمانہ — جو ہے نازشِ روزگار اللہ اللہ

حبیب الٰہی طبیب دو عالم — دوائے دلِ بے قرار اللہ اللہ

غریبوں کا والی یتیموں کا مولیٰ — کرم گستر و غمگسار اللہ اللہ

غلاموں کا ماوا فقیروں کا ملجا — اخوت کا آئینہ دار اللہ اللہ

سرِ بزم اک شمع ہر رنگ و ہر گوں — سرِ رزم اک شہسوار اللہ اللہ

یہ عالم کہ باوصف مختاری کل — یہ علم اور یہ انکسار اللہ اللہ

گماں کو بھی آخر یقیں ہو رہا ہے — حقیقت ہے خود آشکار اللہ اللہ

درود و سلام اس گلِ سرِ حق پر — بہاروں کی جو ہے بہار اللہ اللہ

ہوں بہزاد مست ولائے محمدؐ
ازل سے ہے اب تک خمار اللہ اللہ

سلام

السلام اے شاہِ بطحیٰ السلام

السلام اے صاحبِ لطف و کرم
السلام اے قاطعِ ہر بند و غم

السلام حامیِ ہم و لا شریک
السلام اے جانِ کعبہ السلام

السلام اے حاملِ دنیا و دیں
السلام اے مالکِ خلدِ بریں

السلام اے جانِ جانِ عارفیں
السلام اے سب کے مولا السلام

السلام اے بیکسی میں بے نیاز
السلام اے دردِ دل کے چارہ ساز

السلام اے واقفِ دنیا کے راز
السلام اے میرے آقا السلام

السلام اے صدرِ بزمِ اولیاءؑ
السلام اے فخرِ جملہ انبیاءؑ

السلام اے ابتدائے انتہاءؑ
بے نظیر و پاک و یکتا السلام

السلام اے شاہِ بطحیٰ السلام

بہزاد لکھنوی

تاجِ شہ انبیا محمدؐ

پیدا ہوئے حضرت پیمبر
پیدا ہوئے بادشاہ ذی جاہ

ہمہ قدرت کے سعد اکبر
ذوالشان "تحت لی مع اللہ"

واللیل اشارتے ز مویش
عین عرفان و مردمِ عین

والشمس عبارتے ز رویش
ابروئے جبین قاب قوسین

خورشید سپہر دین محمدؐ
جان و دل مرسلین محمدؐ

نور عین الیقین محمدؐ
روح روح الامین محمدؐ

پیدا ہوئے قبلۂ طریقت
پیدا ہوئے خاتم النبیین

پیدا ہوئے کعبۂ حقیقت
مہر فرمان عز و تمکین

مقصود ازل ابد و اعلیٰ
با میم احد احمد با میم

منظور حضور حق تعالیٰ
شائستہ صد صلوٰۃ و تسلیم

سلطان فلک حشم محمدؐ
گنجینۂ اصطفا محمدؐ

مہر عرب و عجم محمدؐ
آئینِ حق نما محمدؐ

گلدستۂ نعت

میرا سلام لے جا

(حفیظ جالندھری)

قسمت کے آسماں پر چمکا کہکشاں پر
چمکا ترا ستارہ
اُس در پہ حاضری کا تجھ کو ہوا اشارا
اے بختیار بندے
اے کامگار بندے
تیری مراد مندی تقدیر کی بلندی
تجھ کو پکارتی ہے
آ بار یاب ہو جا
اے ذرۂ محبت جا آفتاب ہو جا
دربار میں چلا ہے
سرکار میں چلا ہے
رخت سفر اٹھا لے اللہ کے حوالے
بہتر ہے کے جا ہو رہے سب کا سلام لے جا
میرا سلام لے جا

(۲)

میری یہ سرد آہیں یہ منتظر نگاہیں
ان کا خیال کرنا
لیکن نہیں مناسب کچھ عرض حال کرنا
وہ جانتے ہیں سب کچھ
پہچانتے ہیں سب کچھ
ناشاد آرزو ہیں برباد آرزو ہیں
بے تاب ہو رہی ہیں
تاہم خموش رہنا
آنکھوں سے دیکھا جا منہ سے مگر نہ کہنا
یہ صبح و شام میرے
سب بنے ہیں تیرے
ان سے کوئی بھلائی بنی نہیں کمائی
لے جا کے تو جہاں بھی یہ صبح و شام رہنا
میرا سلام لے جا

(۳)

ہر چیز کھو چکا ہوں برباد ہو چکا ہوں
یہ زندگی ہے میری
اس قسمت پہ ہیں میرے شرمندگی ہے میری
کچھ ارمغاں نہیں ہے
جز اپنی جاں نہیں ہے

مفلس جیں بینوا ہوں   کچھ بھی نہیں کیا ہوں
تحفے نہ مانگ مجھ سے
نادم نہ کر خدارا
دل تیری باری تو   دیدو مجھے اُدھارا
میرا کلام کیا ہے؟
یہ جنبشِ خام کیا ہے؟
یہ ارمغاں خوشی سے   چاہے تو ہاں خوشی سے
اے مہرباں خوشی سے   یہ جنبشِ خام لے جا
میرا سلام لے جا

(۴)

زیادہ دماد ہویں   صہبائے آرزو میں
وہ جوشش ہی نہیں ہے
ٹوٹا ہوا سبو ہے دل   خاموش ہی نہیں ہے
سرشار کرنیوالی
شے ہو چکی ہے خالی
مے خانۂ یقیں سے   اس کو بھی بھریں سے
ایمان بہ نشیں سے
پھر اس کو بھر کے لانا

ہر چند دور ہے بستہ   گو دور کا ہے رستہ
اور جام بھی شکستہ   لیکن یہ جام لے جا
میرا سلام لے جا

(۳)

یہ اشک بار آنکھیں   طوفان خیز آنکھیں
اب خشک ہو چکی ہیں
دریا کہاں سے لائیں   قطرے کو رو چکی ہیں
ورنہ یہ آرزو تھی
مدت سے جستجو تھی
کشتی بنا کے دل کو   اور پھر سجا کے دل کو
تیرے لیے جلانے والے
اسمیں تجھے بٹھاؤں
نیلے سمندری کے   ساحل پہ لے کے جاؤں
خیر اے دلبر تا آید
ہوتی ہے دیر شاید
جا ہر طرح سلامت   لے جا میری محبت
لے جا میری عقیدت   میرا سلام لے جا
میرا سلام لے جا

گلدستۂ نعت

یا نبی سلام علیک

آپ ہیں محبوبِ عالم — مظہرِ رحمت مجسم
آپ پر قربان ہیں ہم — ورد رکھتے ہیں یہ ہر دم

یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ — یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ — صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْکَ

اے شہنشاہ دو عالم — سیّد اولادِ آدم!
معدنِ رحمت ترحم — آپ کے کہلاتے ہیں ہم

یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ — یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ — صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْکَ

دستگیرِ بے نوا ہو — حامیٔ بے دست و پا ہو
شافعِ روزِ جزا ہو — مظہرِ شانِ خدا ہو

یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ — یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ — صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْکَ

مرہمِ دلِ خستگاں ہو — چارۂ بیچارگاں ہو
داورِ دردِ نہاں ہو — ہر مصیبت سے اماں ہو

یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ — یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ
یَا حَبِیْب سَلَامٌ عَلَیْکَ — صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْکَ

اشرفی مسکیں تمہارا! — کر کے دنیا سے کنارا!
رکھتا ہے تم سے سہارا — لو خبر جلدی خدارا!

یَا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ — یَا رَسُوْل سَلَامٌ عَلَیْکَ

اصغر مرحوم کی شاعری میں جو نزہت و لذت کی جو صفت ہے وہ ان کے شخصی
محاسن سے ملی جلی ہے۔ نعت میں یہ جلوہ گر ہو رہی ہے۔ غالباً ایک ہی نعت کہی ہے
اور خوب کہی ہے ——— (پروفیسر رشید احمد صدیقی)

نعت سرورِ کائنات

کچھ اور عشق کا حاصل نہ عشق کا مقصود — جز اینکہ لطف خلش ہائے نالۂ بے سود

مگر یہ لطف بھی ہے کچھ حجاب کے دم سے — جو اٹھ گیا کہیں پردہ تو پھر زیاں ہے نہ سود

کہو یہ عشق سے چھیڑے تو ساز ہستی کو — ہر اک پردہ میں ہے نغمۂ "ہوالموجود"

یہ کون سامنے ہے؟ صاف کہہ نہیں سکتا — بڑی غضب کی ہے نیرنگی طلسم نمود

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے — جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

نہ میرے ذوق کو ہے مدعا کی غرض — نہ کام شوق کو پروائے منزل مقصود

مرا وجود ہی خود انقیاد و طاعت ہے — کہ ریشے ریشے میں ساری ہے اک جبین سجود

مقام جہل کو پایا نہ علم و عرفاں نے
میں بے خبر ہوں بہ اندازۂ فریب شہود

حجاز کے شوق میں یوں محو آفتاب ہوا — میں بے خبر ہوں بہ اندازۂ فریب شہود

جلوں میں جان حزیں کو نثار کر ڈالوں — نہ دیں جو اہل شریعت جبیں کو اذن سجود

وہ راز خلقت ہستی وہ معنی کونین — وہ جان حسن ازل وہ بہار صبح وجود

وہ آفتاب حرم نازنین گنج حرا — وہ دل کا نور، وہ ارباب درد کا مقصود

وہ سرور دو جہاں، وہ محمد عربی — بروح اعظم و پاکش درود نامحدود

ضیائے حسن کا ادنیٰ سا یہ کرشمہ ہے
چمک گئی ہے شبستانِ غیب بزمِ شہود

نگاہِ ناز میں پنہاں ہیں نکتہ ہائے فنا
چھپا ہے خنجرِ ابرو میں رمزِ "لا موجود"

وہ مست شاہدِ رعنا، نگاہِ سحر طراز
وہ جامِ نیم شبی، نرگسِ خمار آلود

کچھ اس ادا سے مرا اس نے مدعا پوچھا
ڈھلک پڑا مری آنکھوں سے گوہرِ مقصود

ذرا خبر نہ رہی ہوش و عقل و ایماں کی
یہ شعر پڑھ کے ڈال دی وہیں جبینِ سجود

جو بعد خاک شدن یا زیاں بود یا سود
بہ نقد خاک شوم منگرم چہ خواہد بود

حضرت اصغر گونڈوی مرحوم

سرورِ عالمؐ

آدمی ہیولیٰ تھا فردِ زندگی احساس بھی
تھا نہ جب تاریکی و انوار کا احساس بھی

نور تیرا گرمیٔ ایمانِ ہستی جب بھی تھا
تو بہارِ رونقِ سامانِ ہستی جب بھی تھا

سام کے نغموں سے پھوٹا نغمۂ مولودِ حسن
اور سلیماںؑ نے سنایا نغمۂ مولودِ حسن

راگنی کب سے چھیڑی تھی سازِ نا موجود کی
دی خبر گوپال نے آخر ترے مولود کی

جلوۂ رنگیں اودستا میں ترا موجود تھا
سازِ گوتم میں بھی تیرا نغمہ موجود تھا

مرسلینِ حق نے حسنِ نغمات کی تمہید کی
تو نے اُن نغمات کی تائید کی تجدید کی

کرشن کی بنسی میں ترے زمزمے گونجا کیے
کیف سے کون و مکاں تڑپا کیے جھوما کیے

حضرت ساغر نظامی

موجِ کوثر

علامہ اقبال احمد خاں صاحب سہیل
ایم اے، ایل ایل بی علیگ

تعارف

ہمارے محترم دوست مولوی اقبال احمد خاں صاحب سہیل کی شاعری
عرفِ تعارف و تبصرہ سے مستغنی بلکہ اس کے حدود سے بہت آگے ہے "موجِ
کوثر" تسنیم کے اس آبِ زلال کی لذت و حلاوت اور خم کدۂ نعت کی اس شراب
طہور کے کیف و سرور کے متعلق کچھ لکھنا نہ صرف آفتاب کو چراغ دکھانا بلکہ اس کی عیاں خوبی
اور تنویر کا تعارف کرانا ہے جس کا عیب بننا کوئی انسان پسند نہیں کر سکتا۔

حضرت سہیل کی نعتیں اپنے گوناگوں ظاہری اور معنوی محاسن کے اعتبار سے
اردو نعتوں میں ایک امتیازی درجہ اور انفرادی شان رکھتی ہیں۔ اب تک خیالات
کی بے اعتدالی، الفاظ کی بے احتیاطی، حقیقت سے دوری اور ناپسندیدہ مبالغہ
اردو نعتوں کا مشترکہ وصف یا نقص رہا ہے، بلکہ جس نعت میں جتنے ہی مبالغہ
کے ساتھ یہ اوصاف پائے جاتے ہیں اتنے ہی اس کو عوام میں مقبولیت حاصل
ہوتی ہے۔

حضرت سہیل نے اپنی نعتوں میں خیالات و الفاظ کے اعتدال و توازن،
حقیقت نگاری اور صحیح مدحِ نبوی کا نہایت اعلیٰ اور بلند تر نمونہ پیش کیا ہے۔ مثلاً

جتنے فضائل، جتنے محاسن، ممکن میں ہو سکتے تھے ممکن
حق نے کئے سب آپ میں فراہم، صلی اللہ علیہ وسلم
بعدِ خدا ہر ایک سے افضل، اشرف و اکمل، اطیب و اجمل
اصدق و اعدل، اجود و احسن، صلی اللہ علیہ وسلم

اور ان کا کمال یہ ہے کہ حقیقت نگاری کے باوجود شاعرانہ لطافتوں کا دامن ہاتھ
سے نہیں چھوٹتا۔ مثلاً

نوری تن کملی میں چھپائے بادل میں بجلی لہرائے
نور کا مینہ برسائے ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم
شرح الم نشرح وہ سینہ برق تجلی کا گنجینہ
جگمگ جگمگ چم چم چم چم صلی اللہ علیہ وسلم
صدر رام سلطان مدینہ وہ جس کے کف پا کا پسینہ
گلدستۂ قدس کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم

اس نظم میں قرآن و واقعات کے ساتھ دور جدید کے بہت سے دستوری یعنی اقتصادی، سیاسی، اجتماعی اور عمرانی مسائل کے متعلق اسلام کی معتدل تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے جس کی جانب ہر شخص کا ذہن منتقل نہیں ہو سکتا۔

نقیب: معین الدین احمد ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ

"موجِ کوثر"

احمد مرسل، فخر دو عالم، صلی اللہ علیہ وسلم — مظہر اول، مرسل خاتم[1] صلی اللہ علیہ وسلم

جسم مزکّی، روح مقدس، قلب منور، نور مقطر — حسن سراپا، خیر مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم

طینت جس کی سب سے مطہر، بعثت جس کی سب سے موخر — خلقت جس کی سب پر مقدم صلی اللہ علیہ وسلم

جس کے براہیمؑ و سلیمانؑ، جس کے منادی موسیٰ عمران — جس کے مبشر عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

بزمِ فارس[2]، قدس[3] کی ہاں کنعاں کی شور بپا دی — سب کی زباں پر مژدہ مقدم صلی اللہ علیہ وسلم

کفر کی ظلمت جس نے مٹائی، دین کی دولت جس نے لٹائی — لہرایا توحید کا پرچم، صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ جس کی ذات پر نبوت ختم ہوئی۔
۲؎ مجوسیوں کا ثنویہ مذہب
۳؎ بیت المقدس ۱۲

باغِ جہاں کا مالی نامی جس نے مٹائی رسمِ غلامی[1] — پھر سے سنوارا گلشنِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم

بزمِ ملل تھی نظم سے خالی جھگڑے ہی تھے حق کے لالے — اُس نے کئے سب کے منتظم صلی اللہ علیہ وسلم

بچھڑے ہوؤں کو گلے ملایا نسل و وطن کا فرق مٹایا! — رہ نہ گیا کچھ تفرقہ باہم صلی اللہ علیہ وسلم

وہم کی ہر زنجیر کو توڑا رشتہ ایک خدا سے جوڑا — شرک کی نفی کردی پیہم صلی اللہ علیہ وسلم

فرد و جماعت، امر و اطاعت، کسب و قناعت، غربت و عزت — حل کئے جو اسرار تھے مبہم صلی اللہ علیہ وسلم

ربط و تعاون، جمع و تحکم، فقر و تنعم، عدل و ترحم — سب کے حدود بتائے باہم صلی اللہ علیہ وسلم

حفظِ مراتب، پاسِ اخوت، سعی و توکل، کدّ و قنوت — تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰه میں منضم صلی اللہ علیہ وسلم

اُلفت، قربیٰ، قطعِ علائق، حبِ وطن اور حبِ خلائق — کر دیں سب توحید میں مدغم صلی اللہ علیہ وسلم

جس پہ تصدیقِ وحیِ الٰہی، کفار ان پر جس کی گواہی، — جس کا تفوق سب پہ مسلّم صلی اللہ علیہ وسلم

خلقِ خدا کا راعیِ آخر، دینِ ہدیٰ کا داعیِ آخر — جس کی دعوت اَسلِم تَسلَم[2] صلی اللہ علیہ وسلم

ارض و سما میں آیۂ رحمت، ہر جا اس کا سایۂ رحمت — اس کے لئے ہے حمد کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

آئینۂ الطافِ الٰہی، رحمت کی لا متناہی! — جس کی ہدایت اِرحَم تُرحَم[3] صلی اللہ علیہ وسلم

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے، گالی دی پتھر برسائے — اُس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اسلام نے غلاموں کو آقا کے برابر حقوق اور مولیٰ کا خطاب دے کر غلامی کے معائب کا خاتمہ کر دیا۔

[2] الفاظِ حدیث جن کے معنی ہیں اسلام لاؤ سلامت رہو گے

[3] مفہومِ حدیث: رحم کرو تم پر خدا رحم کرے گا

سرورِ سیادت، قامتِ رعنا، صبحِ سعادت، جلوۂ سیما — طاقِ عبادت، ابرِ کرم، صلی اللہ علیہ وسلم

سیدِ بطحا، مخبرِ صادق، عمرہ، دشتی عصمت ناطق — برزخِ کبریٰ، آیۂ محکم، صلی اللہ علیہ وسلم

ابرِ دُرافشاں، سرورِ ساقی، بندۂ درخشاں صدرِ گرامی — حاذقِ دوراں، چارہ گرِ غم، صلی اللہ علیہ وسلم

باطن و ظاہر، طیّب و طاہر، خسروِ ظاہر، کوکبِ باہر — جانِ مظاہر، مرکزِ عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

کنزِ حقائق، حسنِ خلائق، جلوۂ حق، آئینۂ خلاّق — سب پہ فائق، سب پہ مقدم، صلی اللہ علیہ وسلم

جس کا بدن لمعانِ نہاں، جس کا فضل شفائے عاجل — جس کا حکم قضائے مبرم، صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے بسائی دل کی بستی، جس کا ظہور شبابِ ہستی — زینتِ گیتی جس کا مقدم، صلی اللہ علیہ وسلم

حسنِ ازل، جلوۂ رنگیں، بحرِ قدم کی موجِ نخستیں — اوجِ ابد کا نیرِ اعظم، صلی اللہ علیہ وسلم

مہرِ رسالت، مہرِ جلالت، محسنِ عدالت، خضرِ دلالت

بہ کمالات ناطقہ ابکم، صلی اللہ علیہ وسلم

اقبال احمد خاں سہیل،
ایم اے، ال ال بی
ایڈووکیٹ اعظم گڑھ

۱؎ پیشانی ۲؎ مضبوط سہارا ۳؎ بلند مرتبہ سردار۔
۴؎ روشن ستارہ ۵؎ بارگیاں ۶؎ باغ ۷؎ اٹل فیصلہ

معراج

علامہ اقبال احمد خان صاحب سہیل
ایم اے۔ ایل ایل بی علیگ

کرے تارِ شعاعی لاکھ اپنی سعیٔ امکانی
رفو ہوتا نہیں اب صبح کا چاکِ گریبانی

وہی سمجھیں گے جو واقف ہیں اسرارِ محبت سے
کہ کیا ہنگامے ہیں ذوقِ وصل و دردِ ہجرانی

ابھی تک کیسے رہا ہے ذرہ ذرہ دشتِ ایمن کا
قیامت ہے قیامت جلوۂ جاناں کی عریانی

ادھر دوشیزہ کرنوں کا نکلنا سمتِ مشرق سے
ادھر بزمِ جہاں سے رخصتِ شمعِ شبستانی!

ادھر صبحِ گریباں چاک کا راہِ عدم لینا
ادھر خورشیدِ عالمتاب کا آغازِ رخشانی

کبھی پھولوں کے جھرمٹ میں شعاعوں کی نظربازی
کبھی خود جلوۂ خورشید گلوں کی چاک دامانی

کہیں دوشِ صبا پر رقص کرنا نکہتِ گل کا
کہیں شاخِ نشیمن پر عنادل کی حدی خوانی

ادھر غنچوں کے لب پر وردِ یا فتّاح جاری ہے
ادھر محوِ تماشا ہے، قطارِ سروِ بستانی

ادھر سبزے کا جاگ اٹھنا خمارِ خواب میں سے
ادھر بادِ سحر سے زلفِ سنبل کی پریشانی

کہیں قبل از صبوحی نرگسوں کی مشقِ خمیازہ
کہیں بعد از نوافل ہدہدوں کی سبحہ گردانی

صبا کے گدگدانے سے ادھر کلیوں کا ہنس پڑنا
ادھر شبنم سے پھولوں کی عرق آلودہ پیشانی

ادھر شبنم کی ہستی کا فنا فی النور ہو جانا
اُدھر گل کا صبا کا ادعائے پاک دامانی

بجا ہے صبحدم گر چشمِ نرگس ہے خمار آگیں
چمن میں رات بھر کی ہے زرِ گل کی نگہبانی

رگِ گل نے سجھا رکھا ہے ہر سو دامِ نظارہ
عبث ہے گر کرے مرغِ نگہ سعیِ پرافشانی

یہ صبح و شام ہی کیا چشمِ عبرت بیں اگر وا ہو
تو اک درسِ بصیرت ہے سراپا بزمِ امکانی

چمن پیرائے کُن قدرت نے نیرنگ سازی کے
لبِ ہر غنچہ پر ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ

وہ تابستان کے بعد ابرِ سیہ کا جوشِ تر دستی
وہ آغازِ بہار اور رخصتِ فصلِ زمستانی

کسی کے خندۂ دنداں نما کا کھنچ گیا نقشہ
لبِ گل برگ پر شبنم نے کی عجب گوہر افشانی

بہار آئی ہوئی آراستہ پھر بزمِ امکانی
ہوا گلزار عالم پھر جوابِ باغِ رضوانی

تمناؤں کا حشر اٹھا ہے پھر ویرانۂ دل میں
جنوں نے دل کو دی پھر دعوتِ شوریدہ سامانی

چمن میں جلوۂ رنگیں تو بازوں کا جگمگ ہے
الٰہی کیسہ قابل ہے یا صحنِ فلک ثانی

چمن کا جلوۂ رنگیں ہے یا اک شعرِ فطرت ہے
کہ جس پر نقشِ فطرت خود ہے محوِ حیرانی

جبینِ صبح پر قشقہ ہے یا خطِ شعاعی ہیں
لبِ لالہ میں شبنم ہے یا صہبائے ریحانی

نگاہیں جذب کر لی ہیں بہارِ عارضِ گل نے
رگِ گل کی حقیقت آج ہم نے جا کے پہچانی

نہ جانے حسن ہے یا عشق آشنا جانتے ہیں ہم
ہمیں کھنچے لیے جاتا ہے کوئی جذبِ پنہانی

یہ حسن و عشق کا ہے ایک لفظی تفرقہ ورنہ
مرا ہی پارۂ دل تھا کسی کا لعلِ پیکانی

کمالِ عاشقی ہے آپ مرنا اپنے جلووں پر | مرے مذہب میں خود بینی کو کہتے ہیں خدا دانی

خود اپنی شکل دیکھی پردۂ برقِ تجلی میں | تعجب کیا اگر تھی دیدۂ موسیٰ کو حیرانی

کہاں کا دشتِ ایمن، طور کیا، برقِ تجلی کیا | یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفےٰ کی پرتو افشانی

محمدؐ وہ کتابِ کن کا طغرائے پیشانی | محمدؐ وہ حریمِ قدس کا شمعِ شبستانی

محمدؐ یعنی وہ نقشِ نخستیں کلکِ فطرت کا | محمدؐ یعنی وہ امضائے توقیعاتِ ربانی

وہ خاتم جسکا پرچم اطلسِ زنگاریِ گردوں | وہ اُمّی جس کے آگے عقلِ کل طفلِ دبستانی

وہ رائض عقل و ذہن کو کیا شیر و شکر جس نے | وہ فارق زہد جسنے مٹایا داغِ رہبانی

وہ ناطق جسکے آگے مہر برلب بلبلِ سدرہ | وہ صادق جسکی حق گوئی کا شاہد نطقِ ربانی

وہ عالم جسکا تنہا نسخۂ تنزیلِ فرقانی | دوائے جملہ علتہائے اخلاقی و روحانی

وہ عادل جسکی میزانِ عدالت میں برابر ہے | غبارِ مسکنت ہو یا وقارِ تاجِ سلطانی

وہ باذل حق جسکے ابرِ رحمت کی گہرباری | فضائے آسماں ہے شکوہ سنجِ تنگ دامانی

وہ جامع جسنے یکجا کر دیئے بکھرے ہوئے دانے | مٹادی آکے جسنے باہمی تفریقِ انسانی

وہ درس آموزِ فطرت جسنے سب سے پہلے بتایا | بتائے اہلِ عالم کو حقوقِ جنسِ نسوانی

اٹھا دی خودکشی کی جڑ دکھا کر رسمِ دنیا کی | سکھایا شہدِ توحید پر آئینِ قربانی

وہ گنجینۂ معارف جسکے اک اک حرف میں پنہاں | نکاتِ فلسفی، اسرارِ نفسی، رازِ عمرانی

وہ شاہ کو ریاست سکھایا جس نے دنیا کو — یہ انداز جہانگیری، یہ آئین جہانبانی

وہ کشاف اسرار جس نے کھولا چند اشاروں میں — علوم اولین و آخریں کا گنج پنہانی

وہ ناسخ مذاہب جس کے مقدم نے کیا باطل — فریب کیش زردشتی، شکوہ دین نصرانی

وہ مقصود دو عالم مستغاث قاصی و دانی — کیا جس نے مکمل نسخۂ اخلاق انسانی

وہ سلطان الامم فخر دو عالم برزخ کبریٰ — رسالت جس کی تصدیق علامت جس کی اذعانی

مبشر جس کی بعثت کا ہے عیسیٰ مریم — مصدق جس کی عظمت کا لب موسیٰ عمرانی

تراشہ جس کے ناخن کا ہلال آسماں منزل — غسالہ جس کے تلووں کا زلال آب حیوانی

تعالی اللہ ذات مصطفیٰ کا حسن لاثانی — کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصاف امکانی

دعائے نوح عیسیٰ، خلق خلیلی، صبر ایوبی — جلال موسوی، زہد یحییٰ، حسن کنعانی

نہیں ہر ذرہ رخشاں اس کے در پہ جبہہ سائی سے — چمک اٹھا ہے چرخ چارمیں کا داغ پیشانی

خدا جانے خود اس سرکار کا کیا مرتبہ ہوگا — غلام بارگہ جس کے ہیں ما اعظم شانی

تعالی اللہ جو می زیبد بفرق تاج سلطانی — کہ موزوں ہے گمش جس کے سر پہ ناز سلیمانی

شہنشاہ سریر قاب قوسین احمد مرسل — شب اسریٰ میں جس کا فرش تھا کاخ کیوانی

وہ جسم پاک خود سر تا قدم پیکر تھا نورانی — تو پھر معراج میں کیا بحث تھی روحانی و جسمانی

رجب کی بست و ہفتم بارہواں سالِ نبوت تھا
کہ بخشا خلوتِ کبریائے ازل نے فخرِ تنہائی

حریمِ اُمِّ ہانیؓ میں حضور آرام فرما تھے
درِ دولت پہ قدسی و ملائک تھے محوِ دربانی

وہ چشمِ نرگسیں جس کی بہ تسکین چشمِ دل وا تھی
سرہانے طالعِ بیدار کرتا تھا نگہبانی

ادب سے آگے جبریلِ امیں نے یہ گزارش کی
کریں سرکار بزمِ نور تک تشریف ارزانی

سنی روح القدس سے جب طلب بزمِ حضوری کی
اٹھے اور دی براقِ پاک نے بادِ سبک رانی

حرم سے چل کے اول جب اقصیٰ میں منزل کی
وہاں سے جلوہ گاہِ قدس تک جا پہنچی پیشانی

براقِ برق پیکر لے چلا یوں ذاتِ انور کو
فضا میں تیر جاتی ہے جس طرح بجلی کی تابانی

حضور اس طرح گزری گنبدِ مینائے گردوں سے
نظر جس طرح شیشے سے گزر جائے بآسانی

ملائک اور رسل صف بستہ استقبال کو آئے
اٹھا افلاک میں ہر سمت شورِ تہنیت خوانی

ہر رہ ہر قدم پر قدسِ نظارہ کی تسکیں کو
حقائق کا تراکم تھا، مناظر کی فراوانی

کھلی آنکھوں سے دیکھی محرمِ سرِ حقیقت نے
جزائے محسن و طاعت، سزائے مذنب و جانی

نظر سے عالمِ ناسوت کے سارے حجاب اٹھے
بعین العین کی سیرِ بہارستانِ رضوانی

زمیصاءِ زوجۂ بوطلحہ کی تقدیر کیا کہنا
کہ خود دیکھا نبیؐ نے ان کو فی روح و ریحانی

سنی سرکار نے جنت میں آوازِ خرام ان کی
بلالؓ پاک کے طالع کی اللہ رے درخشانی

بڑھے آگے تو وسطِ ساحتِ فردوس میں دیکھا
بلند و پُرشکوہ و دلکشا اک قصرِ لاثانی

گلدستۂ نعت

وہ زحمت کماں کا ہر گوشہ باغ خلد کا حاصل
وہ نعت حبیب کا ہر زینہ حریف کاخ کیوانی

وہ شفا و شفق گوں رنگ جلیبی جل ہر کو زمیں
تباشیر سحر، سیم قمر، یاقوت رمانی

چمن میں اشک شبنم کی جگہ دُرِ نجف غلطاں
روش پہ ہر جگہ ریزوں کے عوض لعل بدخشانی

محاسن کے توازن میں مثال عدل فاروقی
مناظر کے تناسب میں جمال ماہ کنعانی

قوائم اس کے عزم انبیا کی طرح مستحکم
در و بام اس کے قلب اصفیا کی طرح نورانی

یہ ایواں دیکھتے ہی آپ نے حیرت سے فرمایا
ہے کس کے واسطے یہ اہتمام جلوہ سامانی

فرشتوں نے کہا فاروق کی دولت سرا ہے یہ
یہ قصر اس کا ہے طالب جس کے ہیں مطلوب یزدانی

شہید اور منصب عبدیت کے اویس وارث
امیر اور مسند ختم الرسل کے جانشین ثانی

یہاں سے پھر بڑھے سر تو وہ جلوے نظر آئے
کہ جن کا اب بھی کچھ لکھیے تو لکھ دے دفتر مطولانی

غرض ملکوت کا ہر گوشہ چھانا اور جہاں پہنچے
نظر کے سامنے آتی گئیں آیات ربانی

براق و جبرئیل آخر رکے سدرہ کی منزل پہ
کہ تھی یہ انتہائے سرحد تسلیم ہمکانی

یہاں سے لے چلیں پھر آپ کو موجیں تجلی کی
وہ رفرف ہے کہ انوار ازل کا جوش طغیانی

جو اعرش میں دیکھا بیاں صدیق اکبر کو
تماشائے جمال لم یزل میں محو حیرانی

سواد لامکاں تک لے گیا رفرف کا کوئی بھی
کہاں اس خلوت وحدت میں اذن گام جولانی

کسی نے لے لیا خود بڑھ کے آغوش محبت میں
ہوا ملک قدیم خلوت سرا حسن امکانی

ملا خلعت سلامِ بارگاہِ بے نیازی کا
نبی نے جب تحیات ادب کی نذر گذرانی

یہاں بھی رحمتِ عالم نہ بھولے اپنی امت کو
ہوا ہر بندۂ صالح شریکِ لطفِ ربانی

ملا اس فیض کے صدقے میں ہر امتِ عاصی
نویدِ عفو، فرمانِ کرم، منشورِ غفرانی

بجز ذاتِ مطہر یہ شرف کس کو ہوا حاصل
بجز صدیقِ اکبر یہ حقیقت کس نے پہچانی

خرد عاجز، نظر خیرہ، زباں کج مج بیاں قاصر
زمینِ نعت میں کیا دیجئے دادِ سخن دانی

غزل نعتیہ

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا

یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امامِ امم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ترے غلاموں میں بھی نمایاں جو تیرا عکسِ کرم نہ ہوتا
تو بارگاہِ ازل سے ان کا خطاب خیر الامم نہ ہوتا

ہر اک سویدائے دل سے پیدا جھلک محمد کی میم کی ہے
دل اس کا خلوت سرا نہ بنتا جو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا

اگر نہ کرتا وہ کنزِ مخفی جمالِ وحدت کی پردہ داری
تو آب و گِل کے اس آئینے میں ظہورِ نورِ قدم نہ ہوتا

نہ روئے حق سے نقاب اٹھتا نہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا
فروغ بخشِ نگاہِ عرفاں اگر چراغِ قدم نہ ہوتا

نہ کرتی خود شانِ کبریائی اگر تقاضائے خود نمائی
تو خاک کا ذرہ مخترِ وجود سے تبسم نہ ہوتا

کمالِ انسانیت کا پیکر جمالِ وحدانیت کا مظہر
سوائے ذاتِ حضورِ انور کوئی خدا کی قسم نہ ہوتا

سوائے صدیقؓ کون پاتا حضورِ انور کی جانشینی
کہ وہ نہ ہوتے تو یوں جہاں میں بلند دیں کا علم نہ ہوتا

نبوت کا فخر فاروقؓ ہما کو ست
جو سلسلہ وحیِ آسماں کا حضور پر مختتم نہ ہوتا

خلافتِ راشدہ کا منصب اگر نہ ہوتا نصیبِ عثمانؓ
تو نسخۂ وحیِ آسمانی مرتب و منتظم نہ ہوتا

زہے علومِ مقامِ حیدرؓ خوشی میں کہتے تھے خود پیمبرؐ
کہ فتح ہوتا نہ حصنِ خیبر جو آج یہ ابنِ عم نہ ہوتا

مخمس نعتیہ بتقریب یوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بہارستانِ ہستی کیلئے دورِ شباب آیا — رگِ فطرت میں لیان خوں کا اضطراب آیا
نظامِ آفرینش کو پیامِ انقلاب آیا — فضائے کن مکاں پر پرچمِ ختمی مآب آیا
شہنشاہِ دو عالم مہبطِ ام الکتاب آیا

وہ منبع بیقرار الفی ہے عمانِ تجلی سے — زمانہ جگمگا اٹھا ہے فیضانِ تجلی سے
شبستانِ جہاں روشن ہوئی شانِ تجلی سے — ہوئی ظلمت گریزاں جوشِ طوفانِ تجلی سے
رسالت کے افق پر نورِ حق کا آفتاب آیا!

شعاعِ سرمدی جسکی جبینِ پاک پر رقصاں — جمالِ ایزدی جسکے فروغِ حسن سے رقصاں
فضائے قدس کا ہر جلوہ جسکے نور پر قرباں — بسیطِ خاک کا ہر ذرہ جسکا تابعِ فرماں
وہ سلطان الامم آیا وہ مختار الرقاب آیا!

وہ آئینہ دکھایا جسنے عکسِ روئے جاناں کو — نمایاں کر دیا جسنے فروغِ حسنِ پنہاں کو
عطا کی دولتِ نظارہ جسنے دیدۂ جاناں کو — چراغاں کر دیا جسنے تجلی گاہِ امکاں کو
وہ جلوہ اب جمالِ احمدی بے نقاب آیا

معارف کا خیاباں تازہ جسکی رشحہ باری سے — مکارم کا چمن شاداب جسکی آبیاری سے
شناسا جسنے عالم کو کیا توحیدِ باری سے — دلوں کی کھیتیاں سرسبز جسکے فیض جاری سے
وہ دریائے کرم آیا وہ رحمت کا سحاب آیا!

نہ مانے کوئی بدباطن گر اپنا تو ایماں ہے — کہ اسکی شانِ عالی ماورائے فہمِ انساں ہے
ملک بھی اس عروجِ قدر پر ششدر ہے حیراں ہے — درِ دولت سرا کی گو ابھی زنجیر جنباں ہے
مگر وہ جا کے بزمِ لامکاں سے باریاب آیا

سجایا جائیگا دربار جب سرکار رحمت کا
تو عالم دیدنی ہوگا گنہگاران امت کا
یہ غل ہوگا وہ آیا کوکب شاہ رسالت کا
کہ دم گھٹنے کو ہے اب بار شور قیامت کا

لوائے حمد لیکر شافع یوم الحساب آیا

اگر فانوس ہے وہ جسم اطہر نور وحدت کا
تو ہے صدیق اکبر آئینہ شمع رسالت کا
یہ ہے فیض تقرب یہ کرشمہ ہے معیت کا
جدا کسطرح رہتا سایہ اسکے سرو قامت کا

وہ آیا اور صدیق امین بھی ہمرکاب آیا

نئی شان تجلی ہے فروغ دین بیضا میں
قیامت آنیوالی ہے مگر باطل کی دنیا میں
عجب کیا زلزلے آ گئے ایوان کسریٰ میں
ابھی سے لرزش پیہم ہے بنیاد کلیسا میں

وہ فاروق علم بنکر دعائے مستجاب آیا

سوال اہل دنیا کیونکر نہ اسکے سامنے ہو خم
حیا جسکی ہے حلم مصطفےٰ کا مظہر اعظم
وہ عثمان ابن عفان یعنی عشق سید عالم
کہ جسکی ذات تھی دو دو جواہر نور کی سنگم

حیا جسکی صفت آئی غنی جسکا خطاب آیا

وہ شیر بیشۂ حق چارمیں عنصر خلافت کا
در خیبر ہے شاہکار جسکے بازوئے شجاعت کا
نہیں احساس پیکاں کا یہ ولولہ ہے عبادت کا
وہ حارس باغ ملت کا وہ خازن گنج حکمت کا

در شہر معارف وہ علی بوتراب آیا

علامہ اقبال احمد خاں صاحب سہیل
ایم اے ال ال بی علیگ

حالی مجسم انسانیت بنے، بہ رحمت عالم کے حضور میں!
اردو نعت میں آج تک نظم کہی گئی ہو یا نثر، حالی کی نعت کا
جواب نہ ہوا۔
ایک سے ایک سحر طراز آئے لیکن حالی سے آگے نہ
بڑھ سکے ~~فیض بزرگاں سے ہوئے~~ مستفید سبھی ہوتے
(آب تیری) رشید حسن ناتی)

عرضِ حال

بجنابِ سرورِ کائنات

علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہباں اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے غیروں کے تھے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی — وہ عرصۂ تیغ جہلا و سفہا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب — اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی — دیناروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی — منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز — یہ مجلس اعیاں ہے وہ بزم شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں — پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے — اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق — بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے

شاہد ہے اگر دیں تو علم اسکا ہے زیور — زیور ہے اگر علم تو مال اسکی جلا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت — اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی — پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر — مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

جس قصر کا تھا سر بفلک گنبد اقبال — ادبار کی اب گونج رہی اسمیں صدا ہے

بیڑا تھا نہ جو باد مخالف سے خبردار — جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اسکے ہوا ہے

وہ روشنی بام و در کشور اسلام — یاد آج تلک جس کی زمانے کو ضیا ہے

روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج — بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے

عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو — اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزم عزا ہے

چاؤش تھے للکارتے جن رہگذروں میں — دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے

وہ قوم کہ آفاق میں جو سربفلک تھی — وہ یاد میں اسلاف کی اب رو بقضا ہے

جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی — اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے

کھوج ان کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا — گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی — ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے

تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے — اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت — شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت — سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

کی زیب بدن سب نے ہی پوشاک کتاں کی — اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے

درکار ہیں یاں معرکے میں جوشن و خفتاں — اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے

دریائے پر آشوب ہے اک راہ میں حائل — اور بیٹھ کے گھڑنا و پہ یاں قصد شنا ہے

ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت — واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے

یاں نکلے ہیں سودے کو درم لے کے پرانے — اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے

فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں! بیڑا یہ تباہی کی طرف آن لگا ہے

اے چشمۂ رحمت! بابی انت و امی دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا جب تو نے کیا نیک سلوک ان سے کیا ہے

کیا تو نے خطا عفو بڑی ان کینہ کشوں کی کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری منقول انھی سے تری مدح و ثنا ہے

برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے

کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن دلدادہ ترا ایک سے اک ان میں سوا ہے

ایمان جسے کہتے ہیں عقیدے میں ہمارے وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے

ہر چپقلش دہر مخالف میں ترا نام ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اڑتی وہ خاک ہمارے لئے دارو ہے شفا ہے

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت کعبے سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا اب تک تو ترے نام پہ اک اک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
اخبار میں الطالح لی ہم نے سنا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں اک دعا تری کہ مقبول خدا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے

گر دین کو جوکھوں نہیں ذلت سے ہماری
امت تری ہر حال میں راضی بہ رضا ہے

عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھکو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

حالیؔ

اے روحِ محمدؐ

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے

ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے

اس راز کو اب فاش کر اے روح محمدؐ
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

اقبالؔ

پردۂ میم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

نگاہ عاشق کی ڈھونڈ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

بتائے دیتے ہیں اے صبا ہم یہ گلستان عرب کی بو ہے
کہ زاب ہاتھ لا ادھر کو، وہیں سے لائی ہے تو اٹھا کر

بہار جنت کو کھینچتا تھا مجھے مدینے سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر

شہید عشق نبی کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر

شہید عشق نبی ہوں میری لحد پہ شمع قمر جلے گی
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر

لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حور جنت کو اس میں کیا ہے
کہ شور محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر

ہنسی بھی کچھ نکل رہی ہے، مجھے بھی محشر میں آ گئی ہے
کہیں شفاعت نہ بک گئی ہو میری کتاب عمل اٹھا کر

رکھی ہوئی کام آ ہی جاتی ہے جنس عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اسے پوچھتا پھرے ہے زر شفاعت دکھا دکھا کر

خیال راہ عدم ہے اقبال در پہ تیرے جو ہے حاضر
بنی میں زاد عمل نہیں ہے غلام مری نعت کا صلا کر

حضرت جوش ملیح آبادی

شمعِ ہدایت!

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری ۔۔۔ رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری

اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے ماہتاب ۔۔۔ اے کہ ترا نشانِ پا نازشِ مہرِ خاوری

اے کہ ترے بیان میں نغمۂ صلح و آشتی ۔۔۔ اے کہ تری سکوت میں خندۂ بندہ پروری

اے کہ ترے دماغ پر جنبشِ پرتوِ صفا ۔۔۔ اے کہ ترے ضمیر میں کاوشِ ذرّہ گستری

چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے گرمیاں ۔۔۔ ڈال دی تو نے پیکرِ لات و ہبل میں تھرتھری

تیرے قدم پہ جبہ سا، روم و عجم کی نخوتیں ۔۔۔ تیرے حضور سجدہ ریز چین و عرب کی خود سری

تیرے سخن سے دب گئے لاف و گزافِ کفر کے ۔۔۔ تیرے نفس سے بجھ گئی آتشِ سحرِ سامری

لمس سے منتظم ہوئے بست و بلند کائنات ۔۔۔ ساز ہے تیرے منضبط گردشِ چرخِ چنبری

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے ۔۔۔ بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری

جس نے ہوا پہ نظر کی رنگِ خضر بنا دیا ۔۔۔ راہزنوں کو دی ندا بن گئے شمعِ رہبری

سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغِ حق رسی ۔۔۔ پگھلا ہوا تھا کس قدر تیرا دلِ پیمبری

حشر ترے بیاں کا غارِ حرا کی خامشی ۔۔۔ نغمہ تری سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری

تجھ پہ نثار جان و دل مر کے فدا یہ دیکھ لے

دیکھ رہی ہے کس طرح، ہم کو نگاہِ کافری

تیری گدائی سے لوا، تیرے حضور آگئے ہیں
چہروں پہ رنگ اُڑ گئی، سینوں میں دھوپ پڑی

تیرے فقیر، در در ہیں، کوچۂ کفر میں پڑا
تیرے غلام اب کریں اہلِ جفا کی چاکری

طرف کدھر میں جن کے تھے لعل و گہر بکے ہوئے
جن کا ان سروں میں ہے دور شکستہ خاطری

جتنی بلندیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں
اب نہ وہ تیغ غزنوی اب نہ طمطراق اکبری

اٹھ گئے تیرے دیار میں پرچم کفر کھل گیا
دیر نہ کر پڑ گئی صحنِ حرم میں ابتری

خیز و دل شکستہ را، دولت سوز و ساز دہ
مسلم خستہ حال را، رخصت ترک و تاز دہ

(جوش ملیح آبادی)

الم نشرح لک صدرک

آیا جو کرم پہ عشق بے باک
سینہ کیا شق جگر کیا چاک

بھر دی تھی دل پاک میں تجلی
یا کعبۂ دل میں کی سپیدی

خالی اسے کر کے ماسوا سے
لبریز کیا فقط خدا سے

گوہر کو بنا دیا سمندر!
آئینہ کو کر دیا سکندر

حق سے رگ و پے کو کر کے معمور
جسم بشری کو کر دیا نور

بندے سے کہا نظر بچا کر
کیا غیر ہے تو خدا خدا کر

محسن کاکوروی

حضرت محسن کاکوروی

حقیقتِ محمدیؐ

اک ذرا دیکھیے کیفیتِ معراجِ سخن — ہاتھ میں جامِ زحل شیشۂ مہ زیرِ بغل

گرتے پڑتے ہوئے مستانہ کہاں رکھ پاؤں — نہ تصور بھی وہاں جا نہ سکے سر کے بل

یعنی اس نور کے میدان میں پہنچا ہے جہاں — خرمنِ برقِ تجلی کا لقب ہے بادل

تارِ باراں مسلسل ہے ملائک کا درود — ہے پئے تسبیحِ خداوندِ جہاں عزّ و جل

کہیں طوبیٰ کہیں کوثر کہیں فردوسِ بریں — کہیں بہتی ہوئی نہرِ لبن و نہرِ عسل

کہیں جبریلؑ حکومت پہ کہیں اسرافیلؑ — کہیں رضوان کا کہیں ساقیٔ کوثر کا عمل

کنزِ مخفی کے کسی سمت نہاں تہ خانے — اک مظہرِ قدرت کے عیاں شیش محل

نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر — نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل

اوجِ رفعت کا قمر نخلِ دو عالم کا ثمر — بحرِ وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول

رنج ہونے کا نہ تھا وحدت و کثرت کا خلاف
میمِ احمد نے کیا آ کے یہ قصہ فیصل

حضرت محسن کاکوروی مرحوم

سلام

(مولانا ماہر القادری)

سلام اس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اس پر ابو سفیاں کو جس نے اماں دے دی

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر کہ جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو امت کیلئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت تھی!
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت تھی

سلام اس پر کہ تھا الفقر فخری جس کا سرمایہ!
سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایہ

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

سلام اس پر فضا جس نے زمانے کی بدل ڈالی
سلام اس پر کہ جس نے کفر کی قوت کچل ڈالی

سلام اس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
سلام اس پر کہ ساکن کر دیا طوفاں کی موجوں کو

سلام اس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا
سلام اس پر کہ جس نے پنجۂ صیاد کو موڑا

سلام اس پر سرِ شاہنشہی جس نے جھکایا تھا
سلام اس پر کہ جس نے کفر کو نیچا دکھایا تھا

سلام اس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اس پر کہ جس کا نام لیکر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت اوجِ دارائی!

سلام اس پر کہ جس کے نام کی عظمت پہ کٹ مرنا
مسلماں کا یہی ایمان ہے مقصد یہی شیوا

سلام اس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے

مولانا حسرت موہانی

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا
شغل بیکار ہیں سب ان کی محبت کے سوا

ملیگا کوئی نہ دہری کی دساوس کا جواب
تیرے وارفتۂ دیوانہ طبیعت کے سوا

نورِ عرفاں کی عبث ہے دلِ زاہد میں تلاش
اور یاں خاک نہیں نخوتِ آتش خبث کے سوا

سب سے منہ موڑ کے راضی ہیں تری یاد سے ہم
اس میں اک شان فراغت بھی ہے راحت کے سوا

نعت

(مدینہ طیبہ کی حاضری کے موقعہ پر لکھی گئی تھی)

تری یاد بے اختیار آ رہی ہے ‏ ‏ تمنا کی فصل بہار آ رہی ہے
حرم سے ہوا خوش گوار آ رہی ہے ‏ ‏ دوائے دل بیقرار آ رہی ہے
ترے کہنہ ملبوس کی دھجی دھجی ‏ ‏ پے راحت جاں بکار آ رہی ہے

ہوس دل کی اُن سے وہ راہوں کے حسرت
سرِ کیسہ و اشکبار آ رہی ہے

عجب اندا ہے فضل خدا کا ‏ ‏ مدینہ کی ہوائے جانفزا کا
پڑھے اس روئے روشن سے تمنا ‏ ‏ سبق بدر الدجیٰ شمس الضحیٰ کا
شہنشاہوں سے بھی بڑھ کے رتبہ ‏ ‏ ترے در کے ہر ادنےٰ گدا کا

بفرط بارشِ انوار حسرت
نہیں کچھ فرق یاں صبح و مسا کا

(مولانا حسرت موہانی)

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا ‏ ‏ برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں ‏ ‏ ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

شب و روز اے درد دریے ہوں اسکے
کسو نے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

درد

مولانا حسرت موہانی

کوئے محمد ﷺ

سرگشتۂ مثلِ مجنوں پایا تری گلی میں
گر ہوشمند کوئی پہنچا تری گلی میں

رندوں کا رنگ رہا ہے میلہ تری گلی میں
میخانے کھل رہے ہیں ہر جا تری گلی میں

آرام ہو تو کیونکر راحت ملے تو کیسے؟
ہوتا ہے تازہ فتنہ برپا تری گلی میں!

شاید جنون تازہ اٹھا ہے پھر کسی کو
کیوں رات بھر تھا شور و غوغا تری گلی میں

دیکھا تو کچھ نہ پایا سوچا تو بس یہ سمجھا
اک نام رہ گیا ہے میرا تری گلی میں

پیوند خاک ہوگا نقشِ قدم بنے گا
حسرت یہ جان کر آیا تری گلی میں

مدینے والے

سب سے تو ہی باعثِ اسلام مدینے والے
اور شفاعت ہے ترا کام مدینے والے

بج رہا ہے ترے اسلام کا ڈنکا گھر گھر
دو جہاں میں ہے ترا نام مدینے والے

مجھ پہ خاص عنایت کی نظر ہو جائے
سب پہ رحمت ہے تری عام مدینے والے

تو ہی بگڑے ہوئے جتنے ہوئے رہبر کے نہیں
سب بنا دیں گے مرے کام مدینے والے

کیف کو بھی تو کوئی جام مئے عشق ملے
اے مرے ساقی اسلام مدینے والے

صلِ وسلم علیٰ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

کیف ٹونکی

اے شہِ جن و بشر

اے شہِ جن و بشر تجھ پہ درود اور سلام
تجھ سے قائم ہے زمانہ میں محبت کا نظام

تجھ سے پہلے اسی عالم کی حقیقت کیا تھی
آدمی تھے مگر آدم کی حقیقت کیا تھی !

حسد و بغض و عداوت کے سوا کچھ بھی نہ تھا
صرف اک دورِ جہالت کے سوا کچھ بھی نہ تھا

تو نے آکر دلِ انساں کو قرینے بخشے !
سندِ وحدت سے دمکتے ہوئے سینے بخشے

اے غریبوں کے سہارے دلِ مسلم کے قرار
اے گنہگاروں کے حامی مری جاں تجھ پہ نثار

بالیقیں باعثِ تخلیقِ دو عالم تو ہے
میرا مونس مرا آقا مرا ہمدم تو ہے

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی ؐ
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

زمیں پہ ہستی برس رہی ہے فلک پہ انوار چھا رہے ہیں
یہ کس کا پرتو ہے جلوہ افگن کہ دو جہاں جگمگا رہے ہیں

یہ کس کے دیدار کی خوشی میں ہے آسماں پر ہجوم
یہ کس کی آمد کے پاک نغمے ملائکہ گنگنا رہے ہیں !

یہ کون ہے راکبِ معظم براق رفرف ہیں جس کے نازاں
ادب سے جبریل جس کے ہمراہ آج سدرہ تک آ رہے ہیں

جبینِ آدم و ملک پہ بھی تھی انھیں کے نورِ خدا نما سے
یہی جو عرشِ بریں پہ جا کر بشر کی عظمت بڑھا رہے ہیں

یہی وہ ہیں جن کے دم قدم سے ہے ربطِ دنیا و دیں قائم
یہی وہ ہیں خلقِ بحر و بر کو جو رازِ ہستی بتا رہے ہیں

یہی وہ ہیں جن کی زندگی نے کیا محبت کا نام روشن
یہی وہ ہیں جو ہر اک کی ہو کر ہر اک کو اپنا بنا رہے ہیں

یہی وہ ہیں جن کے آستاں پر ہیں تاج والے بھی سر بسجدہ
یہی وہ ہیں جو ضعیف بڑھیا کا بوجھ سر پر اٹھا رہے ہیں

شکیل بدایونی

جلوۂ محمدیؐ

قدرعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن — نرگسی آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبین روشن — اور وہ مکھڑے کی تجلی وہ بیاض گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن — دلربایانہ وہ رفتار وہ بیساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریباں کفن — الله چلے قبر سے بیتاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

انبیا دیکھ کے وہ حسن و جمال مدنی — سب کہیں گے کہ عجب شان ہے الله غنی
اس کا ہمسر نہ کوئی گل ہے نہ سرو چمنی — ختم اس قامت رعنا پہ ہے گل پیرہنی
آج عشاق کی بگڑی ہوئی سب بات بنی — آج ہی دیگی مزا ان کو غریب الوطنی
فرش سے عرش تلک ہوگی عجب نعرہ زنی — جب یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے اویس قرنی

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

شہید

نعت

مصرع تخلیق کل ہے قد بالائے رسولؐ — مطلع حسن دو عالم روئے زیبائے رسولؐ
ہر قدم پر سجدۂ تعظیم کرتے جائیے — منزل تسلیم ہے نقش کف پائے رسولؐ
مضمحل ہیں بست قدرت ساقی بزم ازل — پھر چلے محفل میں دور جام صہبائے رسولؐ
کونسی حسرت نکلتی ہے زرا اب دیکھئے — دم کے ساتھ آنکھوں میں آئی ہے تمنائے رسولؐ

سرتاج بی مضطر

دعا کا اثر

حضرت شکیل بدایونی

دعا کا اثر آج کام آ رہا ہے — خوشی کا مبارک مقام آ رہا ہے
ہمارے گزر میں بھی جا رہا ہے — کوئی رہبر خوش خرام آ رہا ہے
یہ کس ذات برحق کی ہے آمد آمد — فرشتوں کا پیہم سلام آ رہا ہے
یہ کون آج انساں کامل زمیں پر — بصد عزت و احترام آ رہا ہے

خوشا بخت آدم کی بزم فنا میں — امین حیات دوام آ رہا ہے
جو والشمس چہرہ ہو والّیل گیسو — جلو میں لئے صبح و شام آ رہا ہے
در و بام سے پھوٹ نکلیں ضیائیں — دو عالم کا ماہ تمام آ رہا ہے
مٹانا ہوا کفر کی ظلمتوں کو — وہ خورشید بالائے بام آ رہا ہے

یتیموں غلاموں کی بگڑی بنانے
کوئی مونس خاص و عام آ رہا ہے

نعت ...

میں قربان تیرے مرے کملی والے — خدارا مجھے اپنے در پہ بلا لے
میں نادار ہوں کچھ نہیں پاس میرے — تھا اک دل کیا وہ بھی تیرے حوالے
جدائی میں تیری میں مردہ ہوا ہوں — مسیحائی کر کے مجھے اب جلا لے
وہی پھر شب وصل ہوگی میسر — کوئی دم مجھے وہ دو وقت ستا لے

پڑا ہے مصیبت میں دن رات قاسم
خبر جلد اس کی حبیبِ خدا لے

(قاسم رامپوری)

مہاراجہ کشن پرشاد صاحب شاد۔

نعت

کیونکر ہو نعت سرورِ عالی جناب کی
ذرّے سے مدح کیا ہو بھلا آفتاب کی

بعد خدا ہے آپ ہی کی ذات مستطاب
وہ شان ہے ہمارے رسالت مآب کی

احمد شہ لولاک شہ عرش نشیں ہیں
دریائے شریعت کے وہی درِ ثمیں ہیں

کیا نعت بھلا شاد ادا مجھ سے ہو انکی
دنیا کے وہ سردار ہیں سرورِ دیں ہیں

جلد آئے میرے واسطے وہ دن مولیٰ
جاؤں میں ہند سے سوئے بطحیٰ

اور روضہ پہ جا کر کہوں بادل شاد
یا سید کی مدنی صل علیٰ

نعلین رسول چتر شاہی میرا
سرتاج یہ تاج کجکلاہی میرا

میں حمد خدا و نعت گو نبی سے ہوں شاد
ہو خاتمہ بالخیر الٰہی میرا

میخوار تری عشق کے سرشار ہیں مست
مستی ہو نہ کم ان کی طبیعت نہ ہو پست

خم منھ سے لگا رہے تری مستوں کے
اے ساقیٔ کوثر یہی بند و بست

محبوبِ ربِّ دوجہان

وہ خاتمِ پیغمبراں وہ شاہ وہ شاہِ شہاں
وہ غم گسارِ بے کساں روحِ روانِ عاشقاں
محبوبِ ربِّ دوجہاں
وہ جس کے آنے سے کھلی دل کے گلستاں کی کلی
پھر سے پھلنے پھولنے لگی
جو شاخ تھی سوکھی ہوئی
ٹوٹی ہوئی
چھوٹی ہوئی
مشرق سے مغرب تک ہوا اک دم اُجالا نور کا
اور کفر کی ظلمت جو تھی کافور گویا ہو گئی
آنے سے اُس کے بجگیاں
(چمن لال صاحب چمن لاہوری)

مدینہ کی جوگن

اب تو جاؤں گی مدینہ کو میں جوگن بن کر پیارے احمد کو ڈھونڈوں گی جوگن بن کر
نہ تو جب ہی گئی میں نہ مدینے پہنچی ہند میں رہ گئی کم بخت میں پاپن بن کر
اب تو جانے دے مدینہ کو تو نکلیں ارماں موت کیا پیچھے پڑی ہے مرے بیرن بن کر
سیکڑوں بار تصدق ہوں ترے روضہ پر
ہار پھولوں کا چڑھایا کروں مالن بن کر

محمد عربی کے احسانات

(از جناب لالہ دھرم پال صاحب گپتا وفا سابق مدیر روزنامہ تیج)

چھڑا کے بت کی پرستش سکھائی تھی وحدت ۔۔۔ مرے خیال کی تدبیر یہ تمام ہو جائے
سکھایا اہل عرب کو برابری کا درس ۔۔۔ کہ امتیاز کا قصہ تمام ہو جائے
سیاسیات کو مذہب ملا دیا تو نے ۔۔۔ کہ دین و دنیا کا سب انتظام ہو جائے
عرب کو تو نے جہالت سے پاک کر ڈالا! ۔۔۔ تو کیوں نہ دل میں ترا احترام ہو جائے
ترے خیال میں یہ سخت نامناسب تھا ۔۔۔ بشر کوئی بھی بشر کا غلام ہو جائے
رفاہ عام ہی تیرا تھا بسکہ منصب عین ۔۔۔ لقب نہ کیوں ترا خیر الانام ہو جائے

تو نے

جناب لالہ لال چند صاحب فلک

نغمۂ وحدت حق دہر میں گایا تو نے ۔۔۔ کملی والے یہ عجب گیت سنایا تو نے
رتبہ تیں کا دنیا میں جتا کر سکھ ۔۔۔ ذوق اور بادہ پرستی کا مٹایا تو نے
خواب غفلت میں پڑی سوتی تھی محفل ۔۔۔ جب اعجاز سے ہر ایک کو اٹھایا تو نے
کیوں نہ قربان کریں جان ترے نام پہ ہم ۔۔۔ حق پرستی کا ہمیں طور بتایا تو نے
بانی نفرت و کینہ تھا دلیر دشمن کا ۔۔۔ درس الفت کا سبق اس کو پڑھایا تو نے
جو خرابات تشنگی کے تھے ازل سے مشتاق ۔۔۔ مست وحدت کا انہیں جام پلایا تو نے
ہمت مردوں کو مردی کی طاقت بخشی ۔۔۔ خاک ناچیز کو اکسیر بنایا تو نے
کر دیا ایک شہنشاہ و گدا کا رتبہ ۔۔۔ اونچ اور نیچ کا سب فرق اٹھایا تو نے

عاشق رسولؐ

در نبی پہ پڑا ہوا ہوں پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
کبھی تو قسمت پھرے گی میری کبھی تو میرا سلام ہوگا

اسی توقع پہ جی رہا ہوں یہی تمنا جلا رہی ہے
نگاہ لطف و کرم نہ ہوگی تو مجھ کو جینا حرام ہوگا

کہے ہی جاؤں گا عرض مطلب ملیگا جبتک نہ مطلب دل
نہ شام مطلب کی صبح ہوگی، نہ یہ فسانہ تمام ہوگا

یہاں نہ مقصد ملا تو کیا ہے، وہاں ملیگا طفیل حضرتؐ
ہمارا مطلب جو ادھر ہے، نہ صبح ہوگا نہ شام ہوگا

دیار رحمت پہ ہوگا قبضہ بجے گا ہر سو انہیں کا ڈنکا
جو حشر ہوگا تو دیکھ لینا، انہیں کا سب انتظام ہوگا

خلاف معشوق کچھ ہوا ہے، نہ کوئی عاشق سے کام ہوگا
خدا بھی ہوگا ادھر ہی اے دل، جدھر وہ عالی مقام ہوگا

ہوئی جو کوثر پہ باریابی تو کیف میکش کی وضع یہ ہوگی!
بغل میں مینا نظر میں ساقی خوشی سی ہاتھوں میں جام ہوگا

کیف ٹونکی

زباں پر ہو ہر دم محمدؐ محمدؐ

شہنشاہِ اعظم محمدؐ محمدؐ
رسولِ دو عالم محمدؐ محمدؐ

وہ ہے ابنِ آدم وہ ہے فخرِ آدم
مکرم معظم محمدؐ محمدؐ

اگرچہ نبی آخری ہے وہ لیکن
ہے سب سے مقدم محمدؐ محمدؐ

رہائی ہو غم سے اگر کوئی بندہ
پکارے دمِ غم محمدؐ محمدؐ

الٰہی مرے منہ میں جبتک زباں ہو
زباں پر ہو ہر دم محمدؐ محمدؐ

وظیفہ یہی کوثری جب سے اپنا
جپا کرتے ہیں ہم محمدؐ محمدؐ

جناب چودھری دلو رام صاحب کوثری

شوقِ مدینہ

یا نبی ہند میں ہم ٹھوکریں کھائیں کب تک
دیکھیے آپ مدینہ میں بلائیں کب تک

پھر کے آتے ہیں جو زائر ہیں کہتے ہیں خیال
بات بگڑی ہوئی لوگوں سے بنائیں کب تک

چل زیارت کو سجھاتے نہیں اچھے ہیں امیر
جمع کر دل کو پریشاں یہ راتیں کب تک

حضرت امیر مینائی

ولادت باسعادت

شہِ انبیاء آج پیدا ہوئے ہیں
حبیبِ خدا آج پیدا ہوئے ہیں

جو حصے کیے ہوں گے کونین کے تو
وہی رہنما آج پیدا ہوئے ہیں

نکالیں گے جو بحرِ غم سے جہاں کو
بڑے ناخدا آج پیدا ہوئے ہیں

گنہگار بندوں کی نجات کو خدا نے
شفیع الوریٰ آج پیدا ہوئے ہیں

تمنا ہے دل کیوں نہ قربان پھر
ولی رہنما آج پیدا ہوئے ہیں

بشیر و نذیر و حبیبِ خدا ہیں
دُرِ مصطفےٰ آج پیدا ہوئے ہیں

(مولوی شریف احمد صاحب سیف ٹونکی)

.... کہتے کہتے

میں سو جاؤں یا مصطفےٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے

جو اٹھوں تو کہنا ہوا یا محمد
جو بیٹھوں تو صلِّ علیٰ کہتے کہتے

کٹے عمر یا مصطفےٰ کہتے کہتے
نفس نکلے صلِّ علیٰ کہتے کہتے

اٹھانا نہ تربت سے اے شورِ محشر
لگے آنکھ گر مصطفےٰ کہتے کہتے

(سیف ٹونکی)

جبیں مصطفےٰ مصطفےٰ کہتے کہتے
مریں ہم تو صلِّ علیٰ کہتے کہتے

اک آئینہ حق نما بن گیا دل
ترے حسن کو حق نما کہتے کہتے

پڑیں پر چھالے زباں کو دشمن کی دل پر
تھکو نہ میں یا مصطفےٰ کہتے کہتے

وہ کہہ دیتے اک بار حافظ کو اچھا
برا کہنے والے برا کہتے کہتے

(حافظ)

کس نے ....

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانہ بھر کا مولا کر دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

سات پردوں میں چھپا ہے حسن کائنات کا
اب کسی نے اسکو عالم آشکارا کر دیا

کہہ دیا لا تقنطوا اختر کسی نے کان میں
اور دل کو سر بسر محو تمنا کر دیا

(پنڈت ہری چند اختر)

حبیب خدا کی آمد

محمد حبیب خدا بن کے آئے
وہ نبیوں میں سب سے سوا بن کے آئے

جھلک حسن کی پڑتی ہے ہر آئینہ پر
وہ دنیا میں شمس الضحیٰ بن کے آئے

بھلا ان کی توصیف کیا کوئی لکھے
وہ سرتا بپا معجزہ بن کے آئے

ہوئی ظلمت کفر کافور دم میں
جہاں میں جو نور خدا بن کے آئے

ہلالی وہ در ان کا دار الشفا ہے
کہ ہر درد دل کی دوا بن کے آئے

(ہلالی)

رحمت خدا کی آئی ....

کیسی عنایت حق سے مخصوص ہے خدائی
تم کیا جہاں میں آئے رحمت خدا کی آئی

تم نے کسی طرح کا سائل کبھی نہ ٹالا!
کس دن تمہارے در سے خالی گئی خدائی

صدیوں کا شرک تم نے اس شان سے مٹایا
گھر گھر بھری جہاں میں توحید کی خدائی

وہ بحر میں جو چلا پہنچا دیا خدا تک
اللہ رے رسائی اللہ ری رسائی

ادنیٰ غلام ان کا چاہے جسے دکھا دے
ذرے میں ایک عالم قطرے میں اک خدائی

بدلے میں دو جہاں کے سیف اس کو میں نہ دوں گا
بخشش حبیب حق میں لذت ہے جو اٹھائی

(سیف [illegible])

سید ابرار آتے ہیں

مولانا حشمت علی خاں فائق بریلوی

مبارک ہو مبارک شہ ابرار آتے ہیں
حبیب کبریا کونین کے سردار آتے ہیں

درودوں کی سلامی کی سجا کر ڈالیاں لاؤ
کہ اب تو ملک کے مالک خدا کے یار آتے ہیں

وہ آتے ہیں کہ جن کے دید کی مشتاق تھیں آنکھیں
وہ آتے ہیں خدا کو جن پہ لاکھوں پیار آتے ہیں

زمیں آسماں جن پر نچھاور چاند اور تارے
وہ دنیا کے دلارے احمد مختار آتے ہیں

نچھاور ہونے جھولیاں پھیلاؤ خوش ہو کر
کہ وہ ابر سخا برسات گوہر بار آتے ہیں

مسلمانوں کو اس دولت کا ملنا کیا بڑی خوشی ہوگی
کہ مہمان ان کے ہو کر سید ابرار آتے ہیں

لٹاؤ مال و زر اپنا خوشی میں آج ان کی
مسلمانو تمہارے مونس و غمخوار آتے ہیں

سہرا

باندھا کس پیار سے محبوب کے سر پہ سہرا
نعمت کے پھولوں کا خالق نے بنا کر سہرا

سارے عالم کا جنہیں حق نے بنا کر دولہا
باندھا سرداری کونین کا سر پہ سہرا

حور و غلماں لئے پھرتے ہیں و فرشتے لئے ہیں
گایا محبوب کا معراج کی شب جبر سہرا

بنتی خدمت پہ شب قدر ہزاروں میں سی
بھیجا کرتے ہیں درودوں کا بنا کر سہرا

اہل بیت نبوت کے لئے آیا گندھ کر
ہر طرف سے آیۂ تطہیر کا اطہر سہرا

اپنی امت کی شفاعت کا بروز محشر
ہو مبارک تمہیں اے شافع محشر سہرا

مجھ کو حشر میں فائق سے کہیں کاش حضور
ایک بار اور سنا آج تو پڑھ کر سہرا

(فائق بریلوی)

میرے آقا......

بادشاہِ دوسرا ہے کون ؟ کوئی بھی نہیں ۔ شافعِ روزِ جزا ہے کون ؟ کوئی بھی نہیں
صدرِ بزمِ انبیا ہے کون ؟ کوئی بھی نہیں ۔ اور محبوبِ خدا ہے کون ؟ کوئی بھی نہیں
میرے آقا کے سوا وہ میرے حضرت کے سوا ۔ داورِ محشر ہے وہ ۔ یہ شفیع المذنبین
وہ شہِ ارض و سما ۔ یہ شاہِ خوبانِ زمین ۔ وہ امام المرسلین ۔ یہ رحمۃ للعالمین
عشقِ محبوبِ خدا ۔ عشقِ خدا سے کم نہیں
اس کو کیا جنت سے کرنا ؟ عاشقِ محمد ﷺ ہوا

(پرمچوریال صاحب عاشق محمودی)

اللہ والا

خود اللہ کو جو پیارا ہوا ہے ۔ وہ اللہ والا ہمارا ہوا ہے
محمد کی صورت کے پردے میں آ دل ۔ خدا کا کرم آشکارا ہوا ہے
بڑا شافعِ حشر پایا ہے ہم نے ۔ بڑا بے کسوں کا سہارا ہوا ہے
یہ صدقہ ہے لکھی نعتِ نبی کا ۔ جو ہر سمت شہرہ تمہارا ہوا ہے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باعثِ خلقت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آئینۂ رحمت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کون سراپا نورِ خدا ہے ، کون شفیعِ روزِ جزا ہے ۔ شاہدِ اُمت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کون نبی محبوبِ خدا ہے ، جس کے لیے کونین بنا ہے ۔ مالکِ جنت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ظلمتِ کفر کو کس نے مٹایا ، کس نے کیا عالم میں اجالا ۔ شمعِ ہدایت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کون فرازِ بزمِ سلطنت ہے ، دونوں جہاں پر کس کا اثر ہے ۔ کانِ شرافت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کون ہمیشہ یادِ دلِ کل ہے ، کون ہمیشہ نورِ سبل ہے ۔ ختمِ رسالت کون ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(کیف زکی)

معراج شریف

میر عثمان علیخان صاحب
(سابق نظام دکن)

عرش پر خلق کا سرتاج ہے آج — واہ کیا خوب یہ معراج ہے آج
دیکھو شاہِ مدنی کا جلوہ — سر پہ رحمت کا عجب تاج ہے آج
لیلۃ القدر جسے کہتے ہیں — مرحبا صلِّ علیٰ آج ہے آج
کس محمد کو ملا یہ رتبہ — دونوں عالم میں ترا راج ہے آج
عرض کر یہ شہِ دیں سے عثمان — آپ کے ہاتھ مری لاج ہے آج

وہ آتے ہیں

انبیا دھوم مچاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں — قدسیاں مژدہ سناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آمد آمد کی خبر سُن کے حسینانِ فلک — کیسا جنت کو سجاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
کہیں حوروں کے پرے اور کہیں غلماں کا ہجوم — راہ میں پلکیں بچھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
دیکھ کر شہ کی سواری کو ملائک باہم — یوں اشاروں سے بتاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
ہے جو زواروں کی کثرت تو ملک جبریل — بھیڑ رستے سے ہٹاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
آج مشتاق کا حضرت کے ہے مژدہ یہ حال — گل سے دیوانے مچاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

(مشتاق)

وہ عالم کی بنا کیا جانے کیا ہے — نشانِ ماسوا کیا جانے کیا ہے
حقیقت پوچھ گل کی بلبلوں سے — بھلا اس کو صبا کیا جانے کیا ہے
نہ اکبر سا کوئی نادان نہ ذی ہوش — ہر اک شے کو بھلا کیا جانے کیا ہے

اکبر

مبارک باد

خواجہ محمد اکبر صاحب اکبر میرٹھی

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے مرتبے کی کمائی حلیمہ

ملا دین و دنیا کا سردار تجھ کو
تری بات حق نے بنائی حلیمہ

بنی سعد کا دشت رشک چمن ہو
گل ہاشمی چن کے لائی حلیمہ

جو حور و ملک کو میسر نہیں ہے
وہ نعمت ترے ہاتھ آئی حلیمہ

وہ اللہ والا تری گود میں ہے
ثنا گر ہے جس کی خدائی حلیمہ

نہ پینے کی ضرورت نہ اکل کی حاجت
عجب سیر چشمی تو نے پائی حلیمہ

ہوئیں مشکلیں سعدی آساں اکبر
بنی جب محمد کی دائی حلیمہ

لوری

یہ حلیمہ کہہ رہی تھیں مرے گل عذار سو جا
مرے نور عین سو جا مرے شیر خوار سو جا

ہے یہی وقت راحت مرے سینے سے لپٹ جا
آنکھوں میں نیند کا ہے ترے یہ خمار سو جا

تری چاند سی جبیں پہ مری روح ہو تصدق
تری مست انکھڑیوں پہ مری جان نثار جا

لیے جانے کیا کرینگی تری سرمگیں نگاہیں
ہیں یہ بہ خلوص خلق حق میں بڑی ہوشیار سو جا

جھولا جھلا رہے ہیں تجھے گھر کے یہ فرشتے
آرام کر حبیب پروردگار سو جا

ہوا درم پلٹے شب پہ تو کہا خدا نے اکبر
ترا اٹھ جاگنا ہے مجھے ناگوار سو جا

(اکبر میرٹھی)

والے

خراب آئینوں پر جلا دینے والے
دلوں کی کدورت مٹا دینے والے

ادھر بھی کوئی ریزۂ خوان نعمت
خدائی کی دولت لٹا دینے والے

سخی کچھ عطا ہو نواسوں کا صدقہ
صدا دے کے سب میں صلا دینے والے

ملے کچھ کہ رب تیرے در کے گدا ہیں
فقیروں کو سلطاں بنا دینے والے

کہاں تاب کر پائیں اس کا کہ تم کو
ملے جی خدا سے ملا دینے والے

اٹھا اکبر کی بھی شرم محشر میں رکھنا
غریبوں کی بگڑی بنا دینے والے

(اکبر میرٹھی)

نعت

کون ہے جسکا مقدم ہے زمانہ پہ وجود ‏ ‏ کون ہے وہ کہ خدا بھیجتا ہے جس پہ درود

کون ہے جسکو بلانے کو وہ یہ آیا ہے ‏ ‏ خود ہی عرش بریں خود جسے فرمایا ہے

نام پاک اسکا محمد ہے کہو صلِ علےٰ

کون ہے جسکے مراتب کی ہے کونین میں دھوم ‏ ‏ کون ہے جسکو سمجھتے ہیں ملائک مخدوم

کس کے احکام خدا ہو گئے سب کو معلوم ‏ ‏ لیے پڑھ کر قُل گئے کس شاہ پہ لراب علوم

کون ہے وہ شرف آدم ہے بیشک جسکو ‏ ‏ ملگیا تاج رفعنا لک ذکرک جس کو

نام پاک اسکا محمد ہے کہو صلِ علےٰ

کون آفاق میں سردار ہے سرداروں کا ‏ ‏ کون مختار ہے فردوس کے گلزاروں کا

کون غمخوار ہے دونوں کے سزاواروں کا ‏ ‏ کون ہے وہ جو وسیلہ ہے گنہگاروں کا

کسکی بیٹی ہے جو کونین کی مخدومہ ہے ‏ ‏ کسکی دولت عالی ہے جو معصومہ ہے

نام پاک اسکا محمد ہے کہو صلِ علےٰ

(وحید)

شوق زیارت

قافلے جب کے مدینہ کی طرف جاتے ہیں ‏ ‏ اپنی محرومی پہ ہم روتے ہیں گھبراتے ہیں

گرچہ ساماں نہیں ظاہر میں مہیا لیکن ‏ ‏ عاجزوں کی وہ مدد غیب سے فرماتے ہیں

رات دن رکھتے ہیں دل میں یہ تمنا ہم ‏ ‏ ہم سے محتاجوں کو کب دیکھیے بلواتے ہیں

لو مبارک ہو شہنشاہ کا روضہ آیا ‏ ‏ بادشاہان جہاں رعب سے تھراتے ہیں

کیا دربار ہے دربار حبیب رحمت

فیض اس در سے سبھی جن و بشر پاتے ہیں

مسکین

درود اس پر

درود اس پر کہ جس کا نام تسکین دل و جاں ہے
درود اس پر کہ جس کے خلق کا تفسیر قرآں ہے
درود اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
درود اس پر تبسم جس کا گل کے مسکرانے میں
درود اس پر کہ جس کا فیض ہے سارے زمانے میں
درود اس پر کہ جس کا تذکرہ عین عبادت ہے
درود اس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے
درود اس پر کہ جو تھا صدر محفل پاک بازوں میں
درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں
درود اس پر مکین گنبد خضرا جسے کہیے!
درود اس پر شب معراج کا دولہا جسے کہیے
درود اس پر جسے شمع شبستان ازل کہیے
درود اس پہ [illegible] بزم کا جس کو کنول کہیے
درود اس پر بہار گلشن عالم جسے کہیے
درود اس ذات پر فخر بنی آدم جسے کہیے
رسول مجتبیٰ کہیے محمد مصطفیٰ کہیے
وہ جس کو دع ما کدر خذ ما صفا کہیے
درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

(مولانا ماہر القادری)

نامِ محمدﷺ

کس شان کا نام خدا نامِ محمد ہے عرشِ معلّٰی پہ لکھا نامِ محمد
آنکھوں میں کھنچا جلوۂ توحید کا نقشہ جب دل پہ مرے نقش ہوا نامِ محمد
بندوں کا تو کیا ذکر ہے اللہ کو منت اللہ غنی عشقِ علے نامِ محمد

اللہ رے اعزاز کہ خود حق نے شہ دی
نبیوں کے صحیفوں میں لکھا نامِ محمد

(منشی کرامت علی خان شہیدی)

ہے

محمد بادشاہ دوسرا ہے محمد زینتِ بزمِ انبیا ہے
محمد نورِ حسنِ کبریا ہے محمد خاص محبوبِ خدا ہے
خدا کا حکم تک مصطفٰے ہی رضائے حق محمد کی رضا ہے
محمد شافعِ روزِ جزا ہے محمد دردِ عصیاں کی دوا ہے
درِ فردوس تا عرشِ بریں تک ہر اک جا پر محمد ہی لکھا ہے
تماشا اپنی قدرت کا تھا منظور محمد کو نبی جلوہ نما کیا ہے
مشرف کر زیارت سے نبی کی یہی وہبی کا یارب مدعا ہے

(وہبی)

ارے بھولے بہت ڈھونڈا نہ پایا اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا!
کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا!

نظیر اس کا کہاں عالم میں اے ذوق
کہیں ایسا نہ پائے گا نہ پایا!!!

ذوق

محمدؐ ہمارا

حضرت معظم (مرحوم)

حبیبِ خدا ہے محمدؐ ہمارا — شہِ دو سرا ہے محمدؐ ہمارا
فلک پر گیا ہے محمدؐ ہمارا — خدا سے ملا ہے محمدؐ ہمارا
خدا سے ہی کم اور سب سے زیادہ — دو جگ میں بڑا ہے محمدؐ ہمارا
نہ پایا کوئی حق کی وحدت کا مطلب — مگر جانتا ہے محمدؐ ہمارا
زمانہ کو جس نے رہِ حق دکھائی — وہی پیشوا ہے محمدؐ ہمارا
معظم ہمیں اپنے عصیاں کا غم کیا — شفیع الوریٰ ہے محمدؐ ہمارا

علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام

خدا کو ہے پیارا محمدؐ کا نام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ نبی شاہ اعلیٰ مقام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ مرا وردِ دل ہے مدام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ پہ انعامِ حق ہے تمام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ پہ صلوات رب ہو مدام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ پہ بھیجو درود و سلام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ ہے سالارِ بیت الحرام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ کی الفت کا پیتا ہوں جام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام
محمدؐ نذیر و بشیر تمام — علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام

حضرت نذیر

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

تعارف

حمید صاحب لکھنوی "زائر حرم" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لقب ان کے حق میں اسم با مسمیٰ ہے۔ ان کا کلام اگرچہ شائع ہوتا رہتا ہے لیکن نہ ہوا کہ جب کبھی ان کے کلام پر نظر پڑی ہو کلام کو پڑھے چھوڑ دیا ہو۔ کشش ہی کچھ ایسی ہے۔

بحریں عموماً رواں اور شگفتہ، زبان صاف اور سادہ، مضامین اغراق و غلو سے پاک۔ کلام جاندار آتنا کہ گویا صنوبر کا قد پر چھیا ہوا نہیں، زندہ وذہی مدح شاعری زبان سے ترنم کے لہجے میں ادا ہو رہا ہے اور دل کا شوق اور نیاز ہے کہ ابلا پڑتا ہے حبِ نبیؐ اور عشقِ رسولؐ کے دعویداروں کیلئے خدا کرے یہ کلام نمونۂ معیار اور دلیلِ راہ کا کام دے۔ محبت نام بے قیدی کا نہیں اور پیغمبر کے ساتھ عشق تو اصلاً مترادف ہے ان کے پیام کے ساتھ عشق کا۔

عبدالماجد
دریاآباد - بارہ بنکی

ارمغانِ حجاز

حزیں صدیقی مرحوم لکھنوی

جانِ بیتاب پر بن آئی ہے — خاکِ طیبہ تری دہائی ہے
حسرتِ دید رنگ لائی ہے — روح آنکھوں میں کھنچ کے آئی ہے
درِ اقدس کی جبہ سائی ہے — جذبۂ شوق کی بن آئی ہے
حاصلِ زیست زندگی ہے وہی — جو مدینے میں جا کے آئی ہے
خاکِ طیبہ کے ذرے ذرے میں — ہائے کیا شانِ دلربائی ہے
آج تک وہ فضائے نورانی — دیدہ و دل پہ میرے چھائی ہے
عالمِ نور ہی نظر آیا — جس طرف بھی نگر اٹھائی ہے
اللہ اللہ وہ نظر کہ جسے — جلوۂ ذات تک رسائی ہے
یادِ طیبہ نے جب کیا ہے کرم — آنکھ بیساختہ بھر آئی ہے
کیوں نہ پر سوز ہوں مرے نغمے — سازِ طیبہ سے لَے ملائی ہے
شرم رکھ لے خدا کہ دل نے مرے — محفلِ آرزو سجائی ہے
قبۂ نور ہی کا صدقہ ہے — دل نے یہ روشنی جو پائی ہے
عالمِ منتہیٰ یاس میں اکثر — یہ صدا میرے دل سے آئی ہے
سبقت رحمتی علی غضبی! — رحمتِ حق نوید لائی ہے
آستانِ نبی پہ جب میں نے — بہرِ سجدہ جبیں جھکائی ہے
جالیوں کے قریب جانے سے — نگہِ شوق تھر تھرائی ہے
یک بہ یک عالمِ حضوری میں — ایک ہیبت سی دل پہ چھائی ہے
پھر نماز و سلام پڑھتے ہی — کیسی تسکینِ قلب پائی ہے۔

سایۂ رحمت دو عالم میں — کیا ہی پرکیف نیند آئی ہے
مرحبا عشق، آفریں اے دل — نسبت حسن رنگ لائی ہے
پھر مدینے بلائیں گے وہ حمید — اسقدر کیوں غم جدائی ہے

دل شکستہ حمید خلوت میں
آج محو غزل سرائی ہے

شلطان غریباں کو غریبوں کا سلام

زائرو پیش کرو حبیب شہ ذیشاں کو سلام — ہم غریبوں کا بھی سلطان غریباں کو سلام
یاد رکھنا حرم پاک کے جانے والو — اس گنہگار کا بھی رحمت یزداں کو سلام
خوابگاہ شہ کونین پہ ہر لحظہ درود — سحر و شام میرے حاصل ایماں کو سلام
جس سے ہوتی ہیں میری سحر کی راتیں روشن — حرم قدس کی اس شمع شبستاں کو سلام
گنبد خضرا کا ہر روز جو کرتی ہیں طواف — ان شعاعوں کو اور اس مہر درخشاں کو سلام
در اقدس پہ جو مصروف گہرباری ہو — نگہ شوق کا اس دیدہ گریاں کو سلام
نگہ سرور کونین پڑی ہے جس پر — اس رہ منزل و کوہسار و بیاباں کو سلام
محو آرام ہیں جس خاک پہ اصحاب حضورؐ — ایک سجدہ کا اس گنج شہیداں کو سلام
جس میں ہے خلد در آغوش قبا کی مسجد — اس خیاباں کو سلام اس چمنستاں کو سلام

ان کی رحمت سے میسر ہوں وہ دن کاش حمید
خود کریں عرض شہنشاہ رسولاں کو سلام

(از مرحوم حمید صدیقی صاحب لکھنوی)

اردو نعت میں میں چند بزرگوں کا قائل ہوں مثلاً حالی مرحوم۔ اصغر گونڈوی مرحوم اور حضرت اقبال مرحوم و مغفور کا۔ اصغر مرحوم کی شاعری میں نزہت و نور کی جو فضا ہے وہ ان کے شخصی تاثرات سے مل جل کر نعت میں مل جل کر جلوہ گر ہوتی ہے غالباً ایک ہی نعت کہی ہے اور خوب کہی ہے۔

حمید صاحب کے کلام میں پاکیزگی اور محبت جتنی ہے پڑھنے والے پر اس کا اثر ہوتا ہے اور ہم شاعر اور اس کے موضوع دونوں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی

نسیما جانب بطحا گزر کن

(تضمین بر نعت حضرت جامیؒ)

بہت ہے تجھ سے امید تعاون! لگی ہے ایک مدت سے یہی دھن
سن اے جانِ محبت آشنا سن نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

کہاں تک کاہشِ غم یا محمدؐ کہاں تک زنگ بیم یا محمدؐ
کہاں تک دامنِ نم یا محمدؐ توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
ز راہِ لطف سوئے من نظر کن

بہت مدت سے اے شوقِ سراپا! میری تقدیر ہی میں ہے بہت جلا!
کہاں تک آہ یہ امروز و فردا بہ این جانِ مشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیر البشر کن

بجانِ دردمندانِ محبت بہ پاسِ گوشۂ دامانِ رحمت
حمید خستہ پر ہو سعیِ غایت مشرف گرچہ شد جامی زلطفت
خدایا این کرم بار دگر کن

زائرِ حرم حمید صدیقی صاحب لکھنوی

چہ شام دل آرا چہ صبحِ بہارے

صبا لائی ہے کیا نویدِ مسرت　　ابھر آئے جذبات دل کے ہمارے
نسیمِ سحر نے یہ کیا گل کھلایا　　اُٹھے جا رہے ہیں حجابات سارے
نگہ ہے کہ اُفتد بہ ہر مرغزارے
گلستاں گلستاں بہارے بہارے

حدی خواں نے چھیڑا ادھر اپنا نغمہ　　ادھر لیلیٰ شب نے گیسو سنوارے
شبِ تار میں شعلہ فوں کی قطاریں　　چلی جا رہی ہیں کنارے کنارے
بہر منزلے بختِ خوش می رساند
چہ شام دل آرا چہ صبحِ بہارے

ادھر کوہ کا ایک سوادِ مسلسل　　ادھر ضو فگن آسماں پر ستارے
ببولوں پہ ہے نخلِ ایمن کا دھوکا　　چمکتے ہیں جگنو کہ جیسے شرارے
دلم خاک شد در رہِ شوق لیکن
پسِ کارواں است مشتے غبارے

عجب شان سے قافلہ جا رہا ہے　　جھکے پڑ رہے ہیں زمیں پر ستارے
مجھے ناخدا چھوڑ مرضی یہ ان کی　　جہاں بحر رحمت کے لے جائیں دھارے

زرحمت ترحم خدا را ترحم!
بکویت فتادہ، غریب الدیارے

سحر نے کیا چاک دامان شب　　ادھر جلوہ گر تھے حرم کے منارے
ادھر کارواں ذوالحلیفہ میں پہنچا　　ادھر ساربانوں نے کجاوے اتارے

فدایم ہزاراں بجان گرامی
باں شہر خوباں، چناں شہریارے

رگ و پے میں دوڑیں مسرت کی لہریں　　ہیں پیش نظر روح افزا نظارے
حبیبی حبیبی کھڑے کہہ رہے ہیں　　وہ معصوم غلماں صفت ماہ پارے
کوئی آج معراج شوق اس کی دیکھے　　کہ جس نے غم ہجر کے دن گزارے

حمید از سیاسے کرشایاں نیرزد
دلم باز آسودہ شد در کنارے

ادھر جذبہ ذوق و شوق زیارت　　ادھر جانب قبہ نور اشارے
وہ آئی نسیم خنک روح پرور　　مرا شوق پھر سے دل کو ابھارے

بدوش صبا میرسد بوئے یارے
چہ مرکب سبک رو، چہ نازک سوارے

پیغمبر اسلام

(جوش ملیح آبادی)

نگاہ فطرت کی ضو سے یوں تو ہر ایک ذرہ جھلک رہا ہے
ہر ایک قوت ابھر رہی ہے ہر ایک پودا لچک رہا ہے

دبے ہوئے ہیں ذرات کی تہوں میں ہزار اسرار کے خزانے
ازل سے آغوش خار و خس میں کھلے ہیں بوقلموں کارخانے

ہوائے نشو و نما کا جھونکا ہر ایک چمن سے گزر رہا ہے
ہر ایک غنچہ ہے محو زینت ہر ایک شگوفہ سنور رہا ہے

ادا سے چلتی ہے گلستان جہاں میں باد بہار اب بھی
زمانہ ہے رحمتوں کی تازہ نوازشوں سے دوچار اب بھی

جبین لیلائے شب پہ رخشاں ہے روپہلی قندیل سی قمر کی
سنہری کنگن میں ہنس رہی ہے کلائی دوشیزۂ سحر کی

عطا و انعام کے فرشتے جہاں سدا پیش پیش رہے ہیں
زمیں پہ صبح ازل سے اب تک کرم کے بادل برس رہے ہیں

مگر یہ سب بے شمار تحفے زمیں کو فطرت جو بخشتی ہے
کوئی حقیقی ہے ان میں نعمت تو وہ اک آزاد آدمی ہے

وہ آدمی سوچ زندگی سے نگاہ جسکی دھلی ہوئی ہے
وہ آدمی جس کے ہر نفس میں کتاب حکمت کھلی ہوئی ہے

وہ آدمی جس کی تیز نظریں مزاج عالم کی رازداں ہیں
وہ آدمی نبض پیچ و تاب حیات پر جس کی انگلیاں ہیں

وہ آدمی جسکا جام الفت خنک ستارے سے پئے ہوئے ہیں
وہ آدمی گرد و پیش جسکے فرشتے حلقہ کئے ہوئے ہیں

وہ آدمی جسکی پاک دل میں پیام فطرت چھپا ہوا ہے
وہ آدمی جسکا گرم ناخن رباب ہستی کو چھو رہا ہے

وہ آدمی جو شمیم گل سے علوم کے پھول چن رہا ہے
وہ آدمی جو ہوا رو میں خدا کا پیغام سن رہا ہے

اگرچہ نقش و قدم پہ اس کے ازل سے سجدے میں آسماں ہیں
مگر غضب تو یہ ہے جہاں میں اسی سے بے اعتنائیاں ہیں

بہت سے گذرے ہیں یوں تو انساں خرد کی شمعیں جلانے والے
بتوں کی ہیبت اٹھانے والے خدا کا سکہ جمانے والے

مگر عرب کی خموش افق سے کرن وہ پھوٹی رسول بنکر
کہ جتنے ظلمت کے خار و خس تھے دہک اٹھے سرخ پھول بنکر

ابھی تک انکار پر مصر ہے دماغ مختل ہے کافری کا
نظام قدرت سے ہے نمایاں ثبوت اس کی پیمبری کا

کوئی فلاحت کا ہے وہ ماہر؟ کہ یہ حقیقت کرے ہویدا

کرشمے کے تجھ نے بھی کیا ہے کسی صدی میں ہوا ہویدا!
کوئی نظیر اس کی مل سکے گی؟ کہ آگ پانی سے جل سکی ہے
زمیں چمک سکی ہے تارے؟ چٹان موتی اگل سکی ہے
کبھی کوئی جنس اپنی ضد کی طرف بنا دو اگر پھری ہے
گلے سے شعلے کبھی اٹھے ہیں؟ شرر سے شبنم کبھی گری ہے
دیا باطل کے کارواں کو سراغ دین و عمل ملا ہے؟
کسی کو خشکی کی بیچ بو کر کبھی سمندر کا پھل ملا ہے
سرشت جو خشت کی نہ سمجھے مزاج سنگ کا نہ جانے
زباں اسکی سنا سکے گی ستون و محراب کے فسانے
وہ خستہ معمار جو نہ جانے کہ فن تعمیر کیا بلا ہے
محل کا کیا ذکر اک گھروندا بھی زندگی میں بنا سکا ہے؟
بنا سکے گا بھی وہ اگر کچھ نہ رہ سکے گا نشاں اسکا
بنے گا مٹی کا ڈھیر ہو کر ضرور اک دن مکاں اسکا
اسی طرح وہ جو دوسروں کی بہار حکمت کا خوشہ چیں ہے
اسی طرح وہ جو کہہ رہا ہے "نبی ہوں" لیکن نبی نہیں ہے
وہ اک پودا ہے باغ عالم میں جو مسلسل نہ پھل سکیگا!
کبھی اس آشفتہ سر کا مذہب جہاں میں صدیوں نہ چل سکیگا
بھلا یہ ممکن ہے کذب پر ہو مدار اک دین مستقل کا
گراں بہا وقت کی جبیں پر نشاں ہو اک اپنے مضمحل کا

کبھی تو غور کر اپنے جی میں کہ اس روش میں یہ بات کیوں ہے؟
اگر یہ شئے عین حق نہیں ہے تو پھر یہ رنگِ ثبات کیوں ہے؟

اگر یہ مصحف نہیں ہیں تو ہاتھوں پہ کیوں مشیت لگی ہوئی ہے
اگر غلط ہے تو کیا خدا کا جلال سازش کئے ہوئے ہے؟

اگر یہ بے جان مسئلہ ہے تو زندگانی کا جوش کیوں ہے؟
اگر یہ تکذیب کا ہے شایاں، زبانِ فطرت خموش کیوں ہے؟

اگر صدا اس نبی امی کی آسمانی صدا نہیں ہے،
تو پھر کہاں سے یہ فیض پہنچا؟ جواب اس بات کا نہیں ہے!

عرب کے ہیرو عجم کے سلطاں نظامِ ارض و سماں کے والی
زمیں پہ لطف و کرم کی تو نے عجب بنائی لطیف ڈالی

چلا جو دوشِ صبا پہ تیرا پیام ابرِ بہار بن کر
تمام باطل کے سنگریزے مہک اٹھے برگ و بار بن کر

مشیت ایزدی کے دل سے بنا ہے شاید دماغ تیرا
وگرنہ کیوں طاقِ بادِ صرصر میں جل رہا ہے چراغ تیرا

دبے ہیں سینے میں زندگی کے بہت سے جوہر ابھرنے والے
ادھر بھی ہاں اک نظر خدارا دلوں کو بیدار کرنے والے

(جوش ملیح آبادی)

تیرگیِ جمود سے نکلی شعاعِ زندگی

اک ترا وجود ہے آئینہ کائنات کا — ذوق دیا نگاہ کو تو نے تجلیات کا

تیری نمود نکلمہ جلوہ گہ حیات کا — تیرا ورود ارتقا عالمِ ممکنات کا

کھینچ دیں اصل و فرع میں تو نے حدودِ امتیاز — ذہن و نظر کو دیدیا علم صفات و ذات کا

محشرِ ہست و بود کو دے کے سکون کا پیام — تو نے بدل دیا ہے رنگ شورشِ کائنات کا

تیرگیِ جمود سے نکلی شعاعِ زندگی — عقدہ کیا جو تو نے حل فلسفۂ حیات کا

کشمکشِ حیات سے روح کو کر دیا رہا! — آخری رہنما ہے تو مرحلۂ حیات کا

دیرِ خودی و کبر میں تو نے اذانِ صبح دی — تیرا جمالِ سرمدی چاند ہے پچھلی رات کا

رہنے دے محوِ بیخودی خاطرِ پر خروش کو

راز کہیں نہ فاش ہو قیدِ تعینات کا

★

علامہ سیماب اکبرآبادی

★

میلادُ النّبی

آج اس عظیم الشان انسان کا جنم دن ہے جو زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کیلئے رحمت بن کر آیا تھا اور وہ اصول اپنے ساتھ لایا تھا جن کی پیروی میں ہر فرد انسانی، ہر قوم و ملک اور تمام نوعِ انسان کے لئے یکساں فلاح اور سلامتی ہے۔

دھوم ہے مہرِ عرب ماہ عجم آتا ہے

ساقیا آئی ہے کس دھوم سے گلشن کی بہار
عید میلاد کے نغموں سے غزلخواں ہیں ہزار

رنگ لائے ہیں جو انتا چمن کر کے بہار
نذر کو لائی ہے جنت سے صبا پھولوں کے ہار

کہیں حوریں ہیں صفیں باندھے سلامی کیلئے
کہیں غلمان ہیں کمربستہ غلامی کیلئے

مصر میں یوسفِ کنعاں کی ہے آمد آمد
طور پر موسیٰ عمراں کی ہے آمد آمد

خلق کہتی ہے سلیماں کی ہی آمد آمد
چرخ سے عیسیٰ دوراں کی ہے آمد آمد

دھوم ہے مہرِ عرب ماہ عجم آتا ہے
شور ہے ابرِ کرم بحرِ کرم آتا ہے

گلِ شاداب گلستانِ خلیلؑ آتا ہے
سرو سبزِ خیابانِ خلیلؑ آتا ہے

ثمرِ نو میں بستانِ خلیلؑ آتا ہے
قاسمِ نعمتِ الوانِ خلیل آتا ہے

لو وہ آتا ہے جو ہے لعلِ بدخشاں ذبیح
راحتِ روحِ براہیم و دل و جانِ ذبیح

شمع ہدایت

مولانا ظفر علی خان
(بابائے صحافت پاکستان)

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی کل دنیا کے درباروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو قرآں کے سیپاروں میں

سلام

یا شفیع الوریٰ سلام علیک — یا نبی الہدیٰ سلام علیک
خاتم الانبیاء سلام علیک — سید الاصفیا سلام علیک
اعظم الخلق اشرف الشرفا — افضل الاذکیا سلام علیک
واجب حبک علی المخلوق — یا حبیب العلیٰ سلام علیک
احمد لیس مثلک احد — مرحبا مرحبا سلام علیک
کشفت منک ظلمۃ الظلم — انت بدر الدجیٰ سلام علیک
انک مقصدی و مبتغی — انک مدعا سلام علیک
سیدی یا حبیبی مولائی — لک روحی فدا سلام علیک

افضل الانبیاء سلام علیک

(حضرت احسن رضوی داناپوری)

نعت

اُجالے پہ چھایا ہوا تھا اندھیرا، زمانے پہ ہر سو بدی حکمراں تھی
بشر ایسی فطرت کا حامل تھا اس دم، جو فطرت پہ تو دایک بارِ گراں تھی

پرستش تھی یزداں کے گھر اہرمن کی، صنم خانہ وہ سجدگاہ جہاں تھی
خلیل خدا کی نہ خاتم باقی، نہ یاد خدائے زمین و زماں تھی!

ہر اک سمت شور ہلاکت بپا تھا، ہر اک سو جہالت کا سکہ رواں تھا
دماغوں پہ شیطان چھایا ہوا تھا، دلوں میں جہنم کا تختہ بچھا تھا

اندھیرے میں انسانیت کھو گئی تھی، ہلاکت کی جانب مزاجِ بشر تھا
خدا سے خدائی جدا ہو رہی تھی، بھٹکنے کی پروا نہ لٹنے کا ڈر تھا

بتایا جدھر راستہ کاہنوں نے، ادھر قافلہ گرم سفر تھا
عمل، فال، اور سحر پر منحصر تھے، مقدر ستاروں کے زیر اثر تھا

جو تاریک راتوں سے تاریک تر تھے، کچھ ایسے بھی ظن آ کے ہو ئے تھے
یہ پتھر یہ سورج یہ چاند اور تارے، خدا بنکے مکروں پہ چھائے ہوئے تھے

جو کچھ تھا بجز فحش زمانہ کا نقشہ، کچھ ایسا ہی فتنہ تھا سوقت برپا

الگ سب کے دل تھے جدا سب کی رائیں خیالوں کا جھگڑا نہایت ولا

نہ خودی ہی مٹنے کی طاقت تھی باقی، نہ تھا کوئی مرکز پہ لے آنے والا

جو تھا نظم عالم وہ تھا خود ہی درہم، جو شیرازہ تھا وہ بھی بکھرا ہوا تھا

عجب شورشیں تھیں زمانے میں برپا، ہر اک شخص آمادۂ قتل و خوں تھا

حقیقت کی نظریں جدا ہو رہی تھیں، ادھر کار فرما جنوں ہی جنوں تھا

جہاں میں تضاد اور منافقت کا دور، دلوں میں کدورت کی تہ جم گئی تھی

نہ پاس شرافت نہ حفظ مراتب، جسے دیکھئے کہ اسے بات کی تھی

درندوں میں ہوگی مروت تو ہوگی، مگر آدمی کی عجب زندگی تھی

کسی بات پر تیغ برگشیدہ تو وہ نسل در نسل سر کاٹتی تھی

فضا ایسی مسموم جب ہو رہی تھی، اندھیرا گھٹا ٹوپ جب چھا رہا تھا،

اسی وقت فاراں سے اک نور مطلق ہدایت کی مشعل لئے آ رہا تھا

وہ مہر منور جو چمکا تو روشن ہوا حق، گھٹی بڑھتی ظلمت

اندھیرا چھٹا اور خود جگمگائی، اجالے میں تسلیم کر آدمیت

بدل دی محبت کے پیغمبر نے پرانی روایات دیرینہ نفرت

زمانے میں کی ان سے تبلیغ رحمت، دیا دہر کو ان سے درس اخوت

لرزنے لگیں طاقتیں اہرمن کی ہوئی ڈوبا طالع تئی جہاں ہے
زمیں اسکے قدموں سے مس ہو ہو کے بڑھی اور ٹکرا گئی آسماں سے

سلامٌ علیٰ ذات طٰہٰ و یٰسین، سلامٌ علیٰ مقصد خلق عالم
سلامٌ علیٰ ختم وحی و رسالت، سلامٌ علیٰ مژدۂ ابن مریم
سلامٌ علیٰ مورد صحف حق، سلامٌ علیٰ خلق رحم مجسم
سلامٌ علیٰ شافع جرم عصیاں، سلامٌ علیٰ راحم نسل آدم
سلامٌ علیٰ آں شہ دین و دنیا کہ رحمت ہے سب کیلئے ذات اسکی
سلامٌ علیٰ آں امیں حقیقت کہ ہے وحی کامل اک اک بات اسکی

سلام اے دل ناتواں کے سہارے، سلام اے غریبوں کے ہمدرد مولا
سلام اے محبت کے داعیٔ برحق، سلام اے مصیبت میں فریاد شنوا
سلام اے خدا سے ملا دینے والے، سلام اے خدا کی نگاہوں میں یکتا
سلام اے محمد سلام اے محمد، سلام اے مشیت کے آخر تقاضا
سلام اے سیہ کار امت کے ہادی، سلام اے ستم سہنے والوں کے داتا
سلام اے سنبھل جانے والوں کے مولا، سلام اے گرے رہنے والوں کے آقا

محمد کا دار السلام آرہا ہے

غلاموں پہ اپنے یہ الطاف آقا مدینے سے ہر کر سلام آرہا ہے
ادھر سے درودوں کی ڈالی چلی ہے ادھر سے کرم کا پیام آرہا ہے
جبیں ہے کہ خود ہی جھکی جارہی ہے ادب کا وہ نازک مقام آرہا ہے
نظر ہے کہ سجدے ادا کر رہی ہے محمد کا دار السلام آرہا ہے
کوئی دل شکستہ بحال پریشاں غموں کا ستایا مصیبت کا مارا
زیارت کی دھن میں مدینے کی جانب حضور آپ کا اک غلام آرہا ہے
شب غم کی قسمت بدلنے لگی ہے خوشی کے ستارے چمکنے لگے ہیں
حبیب خدا جلوہ فرما ہیں دل میں نظر آج ماہ تمام آرہا ہے
گناہوں کی تاریکیاں مٹ رہی ہیں شفاعت کے انوار پرتو فگن ہیں
قیامت قیامت پہ چھائی ہوئی ہے کہ محشر میں مختار ایام آرہا ہے
تمہارے غلاموں کی حالت ہے ابتر نہ جینے کا امکاں نہ مرنے کی فرصت
سکوں کی رہیں جستجو ہے مگر وہ سحر آرہا ہے نہ شام آرہا ہے

نثار دہلوی

یہ تھا منظر رحق ہوں باطل اخر دکام کے ٹکڑے
رسول ہاشمی نے کر دئے اصنام کے ٹکڑے
حجاز و مصر کے، ملک دمشق و شام کے ٹکڑے
یہ ٹکڑے ہیں قبائے ملت اسلام کے ٹکڑے
بنا بت خانہ کعبہ معجزہ ہے یہ محمد کا
برہمن نے کئے ہاتھوں سے اپنے رام کے ٹکڑے

محمد مسلم صاحب تسلمؔ اعظمی

سلام

یہ نام خدا کس کا نام آ رہا ہے
زباں پر درود و سلام آ رہا ہے

نجات امم کا پیام آ رہا ہے
جہاں میں رسول انام آ رہا ہے

پئے تشنہ کاماں صہبائے وحدت
کوئی آج کوثر بجام آ رہا ہے

بتوں کا عمل اٹھ رہا ہے حرم سے
کہ مختار بیت الحرام آ رہا ہے

مبارک ہو قدسیوں کو تاحشر ہو نا
کہ اب دور امن و سلام آ رہا ہے

یہ قرآن ناطق یہ آئین محکم
خدا کا مکمل نظام آ رہا ہے

لطافت کی دریا فصاحت کا کوثر
کلام بلاغت نظام آ رہا ہے

صف انبیا کیا ہے تاروں کا جھرمٹ
ستاروں میں ماہ تمام آ رہا ہے

فلک جھک رہا ہے زمیں ہے مودب
شہ عرش اعظم خرام آ رہا ہے

محمد کی سرکار اللہ اکبر
خدا کا برابر سلام آ رہا ہے

عقیدت کے کچھ پھول دامن میں لیکر
سلامی کو تیرا غلام آ رہا ہے

اسے بھی عنایت ہو اک جام کوثر
ترا مسلم تشنہ کام آ رہا ہے!

نعت

قاضی عبدالرشید صاحب یکتاؔ دارد درگاہ شریف بستی

اطبّا دیکھ کر حالت مری حسرت سے کہتے ہیں
مسیحا سے بھی یہ بیمار اچھا ہو نہیں سکتا

طبیبو! جاؤ جاؤ! کیوں لگا رکھا ہے یہ مجمع
مریض عشق احمد ہوں میں اچھا ہو نہیں سکتا

محشر دہلوی (دعربک)

چل اے دل چلیں پاؤں پیدل مدینہ

مدینے سے آواز دی ہے نبی نے — چل اے دل چلیں پاؤں پیدل مدینے

وفا کی اگر چار دن زندگی نے !! — پہونچ جاؤں گا آن کے اک دن مدینے

بڑے سے بڑے سرکش فتنہ جو کو — کیا ہے مسخر تری سادگی نے

کہاں جا رہے ہو سر طور موسیٰ — مدینے میں ہیں یہاں عرش اعلیٰ کے زینے

جدائی میں تاروں کی چھاؤں میں اکثر — بدلتے ہیں چشم طلب سے نگینے

چلا جب زمانے کو ٹھکرا کے طیبہ — ملے ہر قدم پر مجھے سو دفینے !

سیہ کار کفار کے تم نے آقا — منور کئے نور ایماں سے سینے

کئی بار اب یہ گماں ہو چکا ہے — کہ جیسے چلا جا رہا ہوں مدینے

نہ آیا کبھی بل تمہاری جبیں پر — ستم لاکھ ڈھاتے رہے گو کمینے

مبارک ہے اس شخص کی ذات محشر
پہونچ جائے جو زندگی میں مدینے

ہوگیا عشق میں برباد رسول عربی — اب تو سن لیجئے فریاد رسول عربی

ایک مدت سے ہے بیتاب نکلنے کے لئے
لب خاموش میں فریاد رسول عربی

شمیم امروہوی

غنچہ و گل نے مہک لی تو ضیا شمس و قمر — کر گئے کام ہیں کیا عارض تابان رسول

نذر کو اشک محبت کے گہر لایا ہوں !!!
کیوں نہ یہ تحفۂ ناچیز ہو شایان رسول

شمیم فدا نقی

مہر دہلوی صاحب

زمزمۂ نعت !

سرنگوں ظلمت غم ہے، نہ خوشی چھائی ہے
آج ہر اجڑے ہوئے دل میں بہار آئی ہے

اب یہ پیغام مدینے سے صبا لائی ہے
باغ طیبہ میں نئے ڈھب سے بہار آئی ہے

ہاں چلیں بادۂ توحید کے بھر جام پہ جام
آج افلاک پہ رحمت کی گھٹا چھائی ہے

عالم حسن میں ثانی نہیں جس کا کوئی !
دل نے اس مہر درخشاں سے ضیا پائی ہے

گلشن طیبہ میں اس رنگ سے آئی ہے بہار
آج ہر دل کی کلی جھوم کے مسکاتی ہے

محفل کون و مکاں میں ہے اجالا جس کا
دل اسی مہر درخشاں کا تمنائی ہے

ایسے اعجاز تبسم کے تصدق جس سے
تازگی غنچوں نے کلیوں نے ہنسی پائی ہے

سلسلہ بزم تصور کا نہ ٹوٹے یارب
آج پھر شکل نبی قلب کو نظر آئی ہے

مہر نے حب نبی میں جو اٹھائے صدمے
اس کے حصے میں جہاں بھر کی خوشی آئی ہے

مرزا بابر چنگیزی صاحب امرتسری

نعت

یہ دلبر حق کی عظمت تھی جبریل بھی تھے دربان نبیؐ
قرباں کہ سارے نبیوں میں ہیں افضل و اعلیٰ شان نبیؐ !

مہجوری کا غم بھی مٹ جائے پردے بھی دوئی کے اٹھ جائیں
للّٰہ نظر آجا اب تو اے حسن رخ تاباں نبیؐ !

بن جاتا ہے منصورؔ کوئی سرمدؔ کوئی اور شمسؔ کوئی
سرشار مے توحید سے جب ہو جاتے ہیں رندان نبیؐ

رسول عربی

حضرت نظر سیہوروی

غم ہے ناقابلِ اظہار رسولِ عربی! سنئے سنئے مرے سرکار رسولِ عربی
بے گناہوں کو نظر آئے گی آخر کب تک سر پہ لٹکی ہوئی تلوار رسولِ عربی
کہیں باقی نہ رہا عزت و ناموس کا پاس خون روتا ہے دلِ زار رسولِ عربی
دمبدم تیز ہوا جاتا ہے باطل کا دباؤ زندگی حق کو ہے دشوار رسولِ عربی
دشت و صحرا ابھی بہاروں سے تھے کل تک گلشن آج تاراج ہے گلزار رسولِ عربی
نظر آتی نہیں اب جنسِ گراں مایۂ حق! سرد ہے گرمیٔ بازار رسولِ عربی
ہائے یہ درد کہ اب مہر و وفا کی نہیں قدر جنسِ ناکارہ ہے ایثار رسولِ عربی
اپنے ہی قلب و جگر پھونکے ہی جاتی ہے پیہم گھٹ کے ہر آہِ شرربار رسولِ عربی
منہ سے شعلے سے نکلتے ہیں بجائے الفاظ تیز ہے آتشِ گفتار رسولِ عربی

غم ہے ناقابلِ اظہار رسولِ عربی
سنئے سنئے مرے سرکار رسولِ عربی

سنئے مظلوموں کی فریاد رسولِ عربی دیجئے کچھ تو ہمیں داد رسولِ عربی
آج امت کو ستاتے ہیں زمانے والے کوئی سنتا نہیں فریاد رسولِ عربی
کوئی ہامان تو فرعون ہے کوئی نمرود اور کوئی نائبِ شداد رسولِ عربی
بے گناہوں پہ ستم کرتے ہیں بانیٔ ستم روز ہے نت نئی بیداد رسولِ عربی
ہر نشیمن نظر آتا ہے گلستاں میں قفس باغباں بن گیا صیاد رسولِ عربی
آہ! پابندیاں ہیں فکر و نظر پر قائم روح بھی اب نہیں آزاد رسولِ عربی

امتحاں ہو گا نہ ناداروں کا کب تک — کچھ تو فرمائیے ارشاد رسول عربی
مژدۂ رحمت حق کی ہے بہت کچھ امید — منتظر ہے دل ناشاد رسول عربی
حق والصافات کا پھر دل میں اجالا پھیلے — گھر ہوں اجڑے ہوئے آباد رسول عربی
سنیے مظلوموں کی فریاد رسول عربی!
دیجیے کچھ تو ہمیں داد رسول عربی!

مسز تاج بی۔اے

نعت

مصرعۂ تخلیق کل ہے قد بالائے رسول
مطلع حسن دو عالم، روئے زیبائے رسول

ہر قدم پہ سجدۂ تعظیم کرتے جائیے!!
منزل تسلیم ہے، نقش کف پائے رسول

منفعل ہیں مست وحدت، ساقی بزم ازل
پھر چلے محفل میں دور جام صہبائے رسول

کون سمجھا حسرت تخلیق ہے در اب دیکھیے
دم کے ساتھ آنکھوں میں آئی ہے تمنائے رسول

نتیجۂ فکر حافظ فائق صاحب

السّلام اے بانیٔ آئینِ ایمان السّلام

السلام اے زبدۂ اربابِ احساں السلام — السلام اے مایۂ صد ناز یزداں السلام
آپکی آمد سے کل ادیان باطل ہو گئے — السلام اے بانیٔ آئینِ ایمان السلام
آپکی پرتو سے روشن ہو گیا سارا جہاں — السلام اے مہبطِ انوار سبحاں السلام
آپکی ہستی سے حاصل ہے زمانے کو فروغ — السلام اے فیض بخشِ جن و انساں السلام
مظہر انوار رحمت آپ کا روشن ہے رخ — السلام اے غیرتِ خورشید تاباں السلام
منبع رشد و ہدایت آپکا ایک ایک لفظ — السلام اے حامل تفسیر قرآں السلام
آپ سے وحدانیت کا خلق نے سیکھا سبق — السلام اے محرم اسرارِ انساں السلام
آپ کا جب نام لیتا ہوں تو پاتا ہوں سکوں — السلام اے راحتِ قلبِ پریشاں السلام

اک نگاہِ مہربانی چاہئے شمشیر پر
السلام اے مونس آشفتہ حالاں السلام

غزل نعتیہ

تڑپتا ہے دل اور ترستی ہیں آنکھیں کہاں ہے تو اے گنبدِ ارد مدینہ
میں راتوں کو اٹھ اٹھ کے روتا ہوں اکثر جب آتی ہے یاد دیار مدینہ
ترے ذکر سے قلب روشن ہے میرا مرا دل ہے اک یادگار مدینہ
محبت تری کا روحِ ایمان عالم تری ذات عز و وقار مدینہ

نعت

قاضی صمصام الدین حاجی تجاری

سجی ہے بزمِ فلک چاند تاروں سے روشن سحر جلوہ پرور میں کھلا رہی ہے

یہ کون آج دنیا میں تشریف لایا زمیں اپنی ہستی پہ اترا رہی ہے

کرم کی نوازش ہے جلووں کی بارش تجلی حق جلوہ فرما رہی ہے

الم ہے کہ رشتے چلے جا رہے ہیں خوشی ہے کہ چھاتی چلی جا رہی ہے

وہ رحمت سراپا وہ نورِ مجسم وہ محبوبِ خالق وہ مطلوبِ عالم

جدا ہے کچھ اس شان سے جلوہ فرما خدائی تصدق ہوئی جا رہی ہے

یتیموں کا حامی غریبوں کا یاور فقیروں کا داتا اسیروں کا رہبر

عجب شان ہے شانِ بزمِ محمد خدا کی خدائی کھنچی آ رہی ہے

وہ شمعِ ہدایت وہ ختمِ رسالت محبت کا کعبہ عقیدت کا قبلہ

یہ عظمت یہ رفعت کہ قدموں پہ اس کے جبینِ دو عالم جھکی جا رہی ہے

اخوت کا درس کس نے پڑھایا کہ دنیا سے جڑ کاٹ دی دشمنی کی

محبت کے چشمے ابلنے لگے اب کدورت دلوں کی مٹی جا رہی ہے

ملک صف بصف الستادہ ہیں کیسے پڑی ہے قیامت میں کیسی یہ ہلچل

بڑھی پیشوائی کو رحمت خدا کی یہ کس کی سواری چلی آ رہی ہے

تصور میں روضہ کا نقشہ کھنچا ہے نظر کر رہی ہے طوافِ مدینہ

مگر ہجرِ آقا سے پھر ہجرِ آقا تڑپتا ہے دل روح گھبرا رہی ہے

بلائیں گے جب تک نہ روضہ پہ آقا مری روح کو چین مشکل ہے حاجی

کبھی شوقِ مولا میں دل رو رہا ہے کبھی یادِ طیبہ کی تڑپا رہی ہے

دیگر

ہر اک خارِ گلشن میں بن کے مہکا خوشی سے ہوئی سبز ہر خشک ڈالی
بہارِ جہاں بن کے دنیا میں آیا خدائی کا مختار امت کا والی
بجیں لا الٰہ کے ڈنکے جہاں میں زمانے میں گونجے اذانِ بلالیؓ
وہی دورِ اسلام یارب دکھا پھر فضاؤں میں لہرائے پرچم ہلالی!
ہزاروں سلام اس مبارک شکم پر بندھے جس پہ پتھر اس امت کی خاطر
دل و جان ایسی قناعت پہ صدقے وہ عالم کا داتا مگر پیٹ خالی
یہ جذبِ محبت مرا اللہ اللہ تصور میں ہے سبز گنبد کا نقشہ
مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے اکثر کہ تھامے ہوں ہاتھوں سے روضے کی جالی!
وہ کملی تھی کیا چیز اللہ جانے جو محبوبِ حق کو تھی محبوب اتنی
کبھی دوشِ اقدس پہ خوش ہو کے ڈالی کبھی اوڑھ لی اور کبھی بچھا لی
مدینے میں جا کر شہنشاہِ دیں سے صبا عرض کرنا کہ مقبول کیجے
تمہارے غلاموں نے بھیجا ہے آقا سلاموں کا تحفہ درودوں کی ڈالی
بڑھی حد سے دنیا کی محشر خرابی کہیں پستے پستے نہ مٹ جائے امت
حبیبِ خدا چشمِ رحمت خدارا کہ اب تو بہت ہو چکی پائمالی
مئے عشقِ احمد شب و روز حاجی پئے جا رہا ہوں بہکتا نہیں چال
کبھی رازِ دل کا زباں پر نہ آیا مجھے حق نے بخشا ہے وہ ظرفِ عالی

حافظ رامپوری

زبانِ حافظ سے کیا ادا ہو، خدا ہی جس کا کہ مدح خواں ہو
ہے لوح پر جن کا نامِ نامی ہر اک جن و بشر سے پہلے

گلدستۂ نعت
ظفر سرحدی

رحمت اللعالمین ہوکر

جہاں میں آپ آئے رحمت اللعالمیں ہو کر
کرم نے ضو بڑھادی خاتم حق کا نگیں ہو کر!
وہ آئے سوئے امت رہبر راہ یقیں ہو کر
ملی منزل اک اک کو پیرو دین متیں ہو کر
پیمبر لاکھ سے بڑھ کر جہاں میں یوں تو آئے ہیں
مگر سرکار جب آئے تو ختم المرسلیں ہو کر
خدا خود شیفتہ ہے جلوۂ روئے محمد کا
تعجب کیا جو یوسف بک گئے ہیں نازنیں ہو کر
بنا کر لفظ کن سے دیدۂ کونین خود حق نے
رسول اللہ آئے مالک دنیا و دیں ہو کر!
ہے چشم نم نجات امت عاصی کا پروانہ
مٹایا حق کو دل نے آپ کے اندوہگیں ہو کر
سمندر خشک ہو جائے گا عرق اشک ندامت کا
وہ دامن ہاتھ آجائے گا جس دن آستیں ہو کر
نبی کے در کی دربانی میسر ہو جو قسمت سے
ظفر ہم بھی کریں شاہی غلام شاہ دیں ہو کر

جمیل ارمع پوری ابنی

مجھوں کا مجھکو دولت کونین مل گئی
دیکھوں جو اپنی آنکھ سے تربت رسول کی
معراج میں بلا کے بٹھایا قریب تر
کتنی گراں خدا کو تھی فرقت رسول کی
ڈھونڈیں گے ہم جمیل قیامت میں آپ کو
ہم عاصیوں کو ڈھونڈے گی رحمت رسول کی

نعت

حضرت منظر بالیگانوی

آج یہ مژدہ جاں بخش صبا لائی ہے
وہ خزاں جس کی نہیں ہے جو بہار آئی ہے

مجھکو مدہوش لینے دو اس غفلت پر!
آج ایک کے بعد آپکی یاد آئی ہے

زیر بحث آگئے جب آپکے اخلاق بلند
مرحبا آپکی تصویر اتر آئی ہے

محمد صالح صاحب

محمد مصطفےٰ ہو سرور محبوب داور ہو
قسیم حوض کوثر ہو شفیع روز محشر ہو

شہنشاہ امم ہو فخر موجودات عالم
نبی آخر ہو کونین کی ہر شے سے بہتر ہو!

عرب کا چاند جلوہ ریز ہے اک ان عالم میں
تو اس عالم میں پھر کیونکر نہ ہر ذرہ منور ہو

بظاہر آمنہ کے لال ہو تم ابن عبد اللہ
حقیقت میں خدائے لم یزل ہی سے اثر کر ہو

فرشتے بھی تمہاری شان میں رطب اللساں جب
نہ کیوں صل علےٰ کا غلغلہ زمین و آسماں پر ہو

سنجر مدراسی

بشر سے بیاں کیا ہو شان محمدؐ
خدا خود ہے جب مدح خوان محمدؐ

تقدس ہے ان کے تقدس پہ نازاں
جو دل بن گئے راضیان محمدؐ

کچھ ایسے ہیں غرق جلوہ ملائک
خدا خود بنا میزبان محمدؐ

محمدؐ کے اوپر نبوت ہے نازاں
ہیں کل انبیا مدح خوان محمدؐ

جہاں جبرئیل امیں جبہ سا تھے
وہ تھا آستان آستان محمدؐ

خدا کی قسم ہے خدا ان کا عاشق
ازل سے جو ہیں عاشقان محمد

اجل آئے مجھکو تو یوں آئے یارب
مرا سر ہو اور آستان محمدؐ

مدینے کے مسافر سے

مدینے جانیوالے میری بھی کچھ عرض سنتا جا

لطفی رضوانی

قسم اس کی یہ جانِ ناتواں ہے جس کے ہاتھوں میں
قسم اس کی نظامِ دو جہاں ہے جس کے ہاتھوں میں

مبارک ہے وہ انساں جس کو طیبہ سے محبت ہے
مبارک ہے وہ دل جو دل کہ لبریز عقیدت ہے

گدائے صاحبِ قسمت! تری قسمت کا کیا کہنا
ترے جذبے کا کیا کہنا تری حسرت کا کیا کہنا!

مدینے جانے والے مجھ کو تجھ پر رشک آتا ہے!!
زہے قسمت، تری قسمت کا تارا جگمگاتا ہے!

مدینے جانے والے جا سراپا شوق بن کر جا!
قدم کیا سر کے بل آنکھوں کے بل اس آستاں پر جا

تری آنکھوں کو حسنِ گنبدِ خضرا نظر آئے
مری آنکھوں کو تیری آنکھ کا نقشہ نظر آئے

پہونچنا جب حریمِ پاک میں رو رو کے یہ کہنا
کچھ ایسے بھی ہیں جن کا کام ہے فرقت کے غم سہنا

یہ مانا یہ ملوث ہیں ز سرتا پا گناہوں میں
اثر رکھتے نہیں کچھ اپنے نالوں اپنی گریوں میں

مگر جیسے بھی ہیں جو کچھ بھی ہیں آخر تمھارے ہیں
سہارا دو کہ یہ بیکس تمھارے ہی سہارے ہیں

یہ پروانے تمھاری بزم کے اب بھی ہیں پروانے
یہ دیوانے تمھارے نام کے اب بھی ہیں دیوانے

دلِ بیتاب یہ بھی مرحبا سینے میں رکھتے ہیں
تمناؤں کے جوہر اپنے آئینے میں رکھتے ہیں

گلستاں سے رہیں پھر دور کیوں یہ بدنصیب آخر
جبیں آستاں سے دور کیوں رکھیں غریب آخر

مدینے جانے والے مجھ پہ یہ احسان فرمائے
حضورِ احمدِ مختار میری عرض پہنچائے

خضر بخش

طلوعِ اسلام

جب مسلط تھا زمانہ پہ جہالت کا وبال
ناتوانی سے محبت کی مریضہ تھی نڈھال
بربریت نے مروت کو کچل ڈالا تھا
دست گلچیں نے شگوفوں کو مسل ڈالا تھا
عرصۂ دہر میں پانی سے بھی ارزاں تھا لہو
خون انساں سے انسان کا ہوتا تھا وضو
خود تراشیدہ خداؤں کا نہ تھا کوئی شمار
معبدوں میں نظر آتی تھی خداؤں کی قطار
کبر و نخوت کے خدا بغض و کدورت کے خدا
رنج و کلفت کے خدا عیش و محبت کے خدا
موسم گل کے خدا رنگ گلستاں کے خدا
باد و باراں کے خدا، ابر بہاراں کے خدا
الغرض ایک جہاں اور خدا تھے لاکھوں
سلطنت ایک تھی فرمانروا تھے لاکھوں

خاک کے ڈھیر سے بل کھا کے شرارا نکلا!
افق زیست پہ تابندہ ستارا چمکا
وہ ستارا جسے پرتو یزداں کہیے
جس پہ فطرت کو بھی ہو ناز وہ انساں کہیے
وہ تجلی سے محمدؐ کی کھلا رنگ چمن
بھر گیا کیف کے پھولوں سے جہاں کا دامن
اور اوہام پرستی کا جنازہ نکلا!!
ایک معبود کے تخئیل کی تائید ہوئی!
دہر میں مذہب اسلام کی تجدید ہوئی

سراپا حسیات بنا عشق مصطفےٰ
جس جس کو اس میں جلنا تھا منظور جل گیا
کہنا صبا مدینہ میں جا کر بصد نیاز
سرور حضور سے تھا دور جل گیا

سرور صاحب

قاضی عبدالرشید صاحب یکتا داسی درگاہ شریف بستی

ہمارے دل میں یارب لذت قرآن پیدا ہو

وہی پھر آن پیدا ہو وہی پھر شان پیدا ہو
وہی پھر قلب مومن میں اگر ایمان پیدا ہو

مری ہیبت سے ہو یزداں شناسی قلب باطل کو
مرے جذبات حق سے وہ جلالی شان پیدا ہو

ہر اک مرد مسلماں پیکر اسلام بن جائے
کوئی خالدؓ کوئی حیدرؓ کوئی عثمانؓ پیدا ہو

ترے احکام پر کردیں نچھاور اپنی جانوں کو
ہمارے دل میں یارب لذت قرآن پیدا ہو

وہی نغمات پھر گونجیں زمانے کی فضاؤں میں
وہی اعجاز ہو مردہ دلوں میں جان پیدا ہو

عبودیت کا حق ہم سے ادا کاش ہو جائے
وہ وحدت میں سما جائیں وہی عرفان پیدا ہو

ہمارے بازوؤں میں قوت حیدر علی بھر دے
الٰہی دین میں پھر جذبہ وہی ایمان پیدا ہو

پہاڑوں کی چٹانوں سے بھی ٹکرا جائیں ہم یکتا
اگر اُس قلزم ایماں میں طوفان پیدا ہو

نعت

خمار بنارسی

ترنم نوائی موجوں کا مرے دل کے اندر ہے
جو آثار نفس میں نغمۂ اللہ اکبر ہے

تبسم نور کا گویا لب معجز نما پر ہے
جھلک برق تجلی کی ضیا خورشید انور ہے

نظر آتی ہے جب تصویر میں تنویر یزدانی
اسی تصویر کا نقشہ ہمارے دل کے اندر ہے

مدینہ کثرت انوار سے معمور ہے اتنا
کہ ہر ذرہ مدینے کا نیا خورشید خاور ہے

منور اس قدر عالم میں معراج پیمبر ہے!
کہ نقش پائے محمد کا ستاروں کی جبیں پر ہے

غزل نعتیہ

محمد مزمل صاحب عباسی دانش چریاکوٹی

اس ماہ رسالت کا یوں تن ہو حفاظت میں
ابر آ کے کرے سایہ، سورج کی تمازت میں
سرتاج نجابت میں، سردار نبوت میں
سرشار تھے وحدت میں، یوں فرد تھے کثرت میں
تسبیح محمد کی داخل ہے عبادت میں
ورفعنا لک ذکرک" قرآن کی آیت میں
ہمسر نہ محمد کا ہمپایہ نہ احمد کا
عفت میں عدالت میں، شوکت میں شجاعت میں
بے مثل بشر بھی ارفع تھے نبوت میں
کوثر کے ہوئے ساقی خمخانۂ جنت میں
ہر عام ضعیفوں پر احسان اسیروں پر
نگراں تھے یتیموں کے پرساں تھے علالت میں
وہ پیکر روحانی وہ پرتو سبحانی !!!!
تسکین گراں جانی، ہر درد اذیت میں
مہلت نہ ملے اسکو پھر چون وچرا تک کی
فرزند بھی گر مجرم، آجائے عدالت میں
اک شمع فروزاں تھی اور گرد تھے پروانے
باطن میں خدا جانے انسان تھے خلقت میں

ہے جادۂ صد رحمت اک نقش قدم ان کا!
اور اس کے سوا کیا ہے کونین کی دولت میں
ایمان و عمل دانش دعوے نہ عبادت کا
سرمایہ ہے بس اتنا ہوں آپ کی امت میں

نعت

مسلّم ہے قرآں شہادت نبی کی خدا خود بتاتا ہے عظمت نبی کی
رلاتی ہے خوں مجھکو فرقت نبی کی الٰہی دکھا جلد صورت نبی کی
یہ ہے اصل سرمایۂ دین و دنیا الٰہی عطا کر محبت نبیؐ کی
زمانے کا پھر سے تقاضا یہی ہے کہ پھر آ پڑی ہے ضرورت نبی کی
خدا جس کو دے پار ہو اس کا بیڑا ہے اللہ کی دین الفت نبیؐ کی
مقامات بدر و احد جانتے ہیں جلالت نبی کی شجاعت نبیؐ کی
مدینے کے دل میں لگن لگ رہی ہے خدا جانتا ہے حقیقت نبیؐ کی
الٰہی عطا کر یہ جذب محبت ہر اک ورد بن جائے الفت نبی کی
بہ صد حسن و اخلاق و اخلاص و شفقت دلوں پر ہے قائم حکومت نبیؐ کی
مدینہ کی جانب چل اے جذبۂ دل کہ بے چین کرتی ہے فرقت نبیؐ کی

سر حشر آخر کھلے گا یہ حیدر
رسولوں سے افضل ہے امت نبی کی

حکیم مرزا حیدر بیگ صاحب حیدؔ دہلوی

گلدستۂ نعت
محترمہ زیب بمبئی

آستانِ مصطفےٰ!

سفینۂ زندگی کا آخری منزل پہ آپہونچا
نگاہِ لطف کیجے اے شفیعِ عاصیاں اب بھی
ذرا سی چھیڑ پر سوئیۂ الفت نکلتے ہیں
نفس کا ساز ہے عشقِ نبی کا ترجماں اب بھی
ریاضِ دل میں داغِ عشقِ احمد مسکراتے ہیں
تصرف میں ہی میرے گلستاں کا گلستاں اب بھی
ہم اپنے ساتھ دنیا کی کہانی بھی بھلا بیٹھے
مگر اک نام احمد ہے جو ہے وردِ زباں اب بھی
ابھی تک نعرۂ تکبیر میں تاثیر باقی ہے
مسلمانو! بدل ڈالو نظامِ گلستاں اب بھی
بطرزِ خاص دنیا نے کئی پہلو بدل ڈالے
مگر تسبیح ہے بجنا میں ہے بجنت ابن آذاں اب بھی
کوئی اے زیب یہ پیغام دے آفت کے ماروں کو
حصارِ عافیت ہے مصطفےٰ کا آستاں اب بھی

رحمۃ للعالمین

وہ محبوبِ یزداں بشیر و نذیر
فرستادۂ خاص ربِ قدیر

عجب روئے تاباں عجب آب و تاب
کہ پرتو سے جس کی بنی موجِ آب

وہ محبوبِ عالم شہِ اصفیا
حبیبِ خدا وارثِ انبیاء

نہیں ہوتے انسان ایسے وجیہہ

حسیں اسقدر وہ مہِ دلنواز
کہ خود حسن کو اس کے جلوے پہ ناز

وہ رخ مطلعِ صبحِ حق الیقین
صبیح و شگفتہ ملیح و حسین

وہ مہرِ سعادت وہ بدرالدجیٰ
وہ شمعِ حقیقت وہ شمس الضحیٰ

فروزاں ہے اس سے کہ نزدیک و دور
برابر اسی کا ہے آنکھوں میں نور

بے نظیر

کملی والے

سپنے میں آجاؤ کملی والے
درشن دکھا جاؤ کملی والے

تو مورا بھائیں توری چیری
تو مورا راجہ او کملی والے

بھبوت رمایا ہے تورے کارن
جوگن بنا جاؤ کملی والے

نیا کا سوری تو ہے کھویا
پار لگا جاؤ کملی والے

مولا میں لگا کوؤ ٹھکانا
مجھ کو بتا جاؤ کملی والے

نعت

وہ رسولِ عربی، فخرِ رسولانِ سلف — ذاتِ اقدس سے ہے جس کی زمانہ کو شرف
جس پہ نازل ہوا قرآن سا کتابِ مصحف — جس کے تابع ہیں جن و انس و ملائک کی صف

اک وہی شمعِ نبوت جو ضیا بار آئی!
ساری تاریک فضا مطلعِ انوار ہوئی

ہر زمانے میں پیمبر بھی نبی بھی آئے — مصلحِ ملک و ملت بھی رشی بھی آئے
حق کے جو بندہ بھی اور حق کے ولی بھی آئے — واقفِ محرمِ اسرارِ ازلی بھی آئے

آئے دنیا میں بہت پاک و مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

کس نے جامِ مئے توحید پلایا سب کو — کس نے پیغامِ مساوات سنایا سب کو
راستہ کس نے حقیقت کا دکھایا سب کو — کس نے اس حسن کا دیوانہ بنایا سب کو

تم نے دیکھا ہے بہت دورِ نظام اس کا
اور اب کوئی گذرا ہو تو نام اس کا

کوئی صدیق سا گذرا ہو تو دکھلاؤ — تم نے فاروق سا دیکھا ہے تو بتلاؤ اگر
کوئی عثمان سا آیا ہو تو دکھلاؤ — کوئی حیدر کا سا پایا ہو تو بتلاؤ

ثانیٔ احمدِ بے میم تو کیا لاؤ گے!
اس کی امت کی مثالیں بھی نہیں پاؤ گے

جگر مرادآبادی

(از مجاز لودگی اکبر آبادی)

پیغمبرِ اعظم!

پیغمبرِ اعظم

راتوں کو کھڑے رہتے ہیں با دیدۂ پرنم
ہو جاتے ہیں پائے متبرک متورم
سوتا ہے جہاں جاگتے ہیں سرورِ عالم
وہ ضامنِ دستارِ نجابات بنی آدم

بت ہوئے برہم

وہ نور جو قندیل میں محفوظ کبھی تھا
دنیا کے ستاروں کو ملا دہر میں چمکا!
تاریک ہوئے بتکدے روشن ہوئی دنیا
سجدے میں گرے خوف سے الحاد کے پرچم

اصحابؓ مکرم

بوبکرؓ و عمرؓ حیدرؓ و عثمانؓ ہیں تارے
ساحل کا پتہ جس کو ملا ان کے سہارے
طوفان سے بچ کر وہی بس پہنچے گا کنارے
لاریب دو عالم میں ہیں یہ فخرِ دو عالم

سن لے ابنِ آدم

اللہ کے پیارے ہیں یہ سرکار کے پیارے
انسان کو لازم ہے یہاں دم بھی نہ مارے
توہین نے بھڑکائے ہیں دوزخ کے شرارے
سرکار کے بعد ان کی ہے تعظیم مقدم!

وہ جس کو رہا کام فقط لطف و عطا سے
بے راہوں کو تسکین، یتیموں کو دلاسے!
وہ داد کا طالب بھی نہ تھا خلق خدا سے — **پیغمبرِ اعظم**
وہ جس کو گوارا ہوئی تکلیف دو عالم

اطوار وہ دلچسپ کہ دل میں اتر آئیں!!!
گفتار میں وہ دلکش و جاں بخش ادائیں
جو وحشی و حیواں کو بھی انساں بنائیں — **وہ ذاتِ معظّم**
دنیا کے لئے ضامن تہذیب ہے ہر دم

اخلاق کا دنیا کو سبق اس نے پڑھایا!
آئین حکومت کا غلاموں کو سکھایا!
سرمایہ پرستی کو زمانے سے مٹایا!! — **ماموں ہی عالم**
اب ہوتے نہیں دہر پہ جو ظلم تھے پیہم

جس ذات نے تشریک زمانہ سے مٹا دی
جس ذات نے توحید کی لو دل میں لگا دی
جس ذات نے سوتی ہوئی تقدیر جگا دی! — **پیغمبرِ اعظم**
وہ فخر عرب، ماہ مجسم، شاہ مکرم

آبادیٔ دنیا پہ مسلط تھا اندھیرا!
تاریکیٔ قسمت نے زمانے کو تھا گھیرا!
چاہا جو مشیت نے کہ ہو جائے سویرا — **انوارِ مجسم**
مبعوث ہوا ماہ عرب، مہر مکرم

عرضِ حال

کس کا جمالِ ناز ہے جلوہ نما یہ سو بہ سو
گوشہ بہ گوشہ در بدر قریہ بہ قریہ کو بہ کو

اشک فشاں ہے کس لئے دیدۂ منتظر مرا!
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

مری نگاہِ شوق میں حسنِ ازل ہے بے حجاب
غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بو!!!

جلوۂ عارضِ نبی، رشکِ جمالِ یوسفی!
سینہ بہ سینہ سر بہ سر چہرہ بہ چہرہ ہو بہ ہو

زلفِ درازِ مصطفےٰ گیسوئے لیل حق نما!!
طرہ بہ طرہ خم بہ خم حلقہ بہ حلقہ مو بہ مو

یہ مرا اضطرابِ شوق رشکِ جنونِ قیس ہے
جذبہ بہ جذبہ دل بہ دل شیوہ بہ شیوہ خو بہ خو

تیرا تصور جمال میرا شریکِ حال ہے
نالہ بہ نالہ غم بہ غم نعرہ بہ نعرہ ہو بہ ہو

بزمِ جہاں میں آج بھی یاد ہے ہر طرف تری
قصہ بہ قصہ لب بہ لب خطبہ بہ خطبہ رد بہ رد

کاش یہاں کا سامنا عین حریم ناز میں!
چہرہ بہ چہرہ رخ بہ رخ دیدہ بدیدہ دو بدو

عالم شوق میں رئیس کس کی تلاش ہے مجھے
خطہ بہ خطہ رہ بہ رہ جادہ بہ جادہ سو بہ سو

رئیس امروہوی

"ہدایۂ نیاز"

آدم کے واسطے کچھ وجہ شرف نہیں ہے
آدم اگر مقام کروبیاں پہ پہنچے

افزوں ہے ما بشر سے خیر البشر کا رتبہ
وہ آسماں سے اترے یہ آسماں پہ پہنچے

★

ہجوم کر کے وہ اٹھا سحاب سحاب
ساقیا، ساقیا شراب! شراب!
شیخ جسکو کہے عذاب عذاب
رند اسکو کہیں ثواب! ثواب!

نقد دل لے تو لیا قیمت مے میں ساقی!!!
اور کیا مانگتا ہے بندۂ بے دام سے دام
مصحف رخ پہ ترے حلقۂ کاکل کی نشست
کوئی خط ملا دے بھلا اس لام سے لام
تیرا کوچہ ہے وہ سرچشمۂ رحمت کہ جہاں
خاص ہی فیض سے محروم نہ انعام سے عام

وہ ذات کہ جو باعث تکوین جہاں ہے
جس کے دل نازک پہ غم خلق گراں ہے
وہ ذات کہ جو حاصل کون و مکاں ہے صلی اللہ علیہ وسلم
تا نام ہے محبتانہ اس سے ہی یہ نظم دو عالم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم !

مجیب لاہوری

روشن قرآں متن ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کعبۂ ایماں کوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

سمٹے تو محراب حرم ہے اور پھیلے تو باب حرم ہے
حسن خط ابروئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

سنئے اب اک خواب کا قصہ میری تمناؤں نے دیکھا
دنیا ہے اور کوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

ختم ہوئی وہ خون کی ہولی جنگ کی بربادی بھی ہولی !
کھنچنے لگے دل سوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

آگ کے شیطان کانپ رہے ہیں جنگی جائے ہانپ رہے ہیں
سب کا رُخ ہے سوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

دنیا کی تعمیر کا نقشہ انساں کی توقیر کا نقشہ
جلوۂ حسن روئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

انسانی دستور پہ بھاری شیطانی منشور پہ بھاری
نقش و نگار کوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

ہونے لگا اسلام کا چرچا فطرت کے پیغام کا چرچا
دنیا بنتی سوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم !

امن کی راہوں سے جو راہی بھٹکے ہوئے تھے جان گئے ہیں
امن کی خو ہے خوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سرد ہوئی نمرود کی آتش ہونے لگی رحمت کی بارش
آج یہ فیض کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مایۂ صد تسکین جہاں ہے فرحت دل ہی راحت جاں ہے
خوشبوئے گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تو صبح بہاراں کا پہلا نظارہ

بشر نیند سے جاگ جائے گا اک دن
تڑپ کر تیری اور آئے گا اک دن
تو بھٹکی ہوئی زندگی کا سہارا ... محمد تو ...

نہ پورب ہے سکن نہ پچھم ٹھکانہ
نہ جانے کہاں ہے تیرا آشیانہ
کہ تیرا ایک پیغام ہے جاودانا
کہیں موج طوفاں کہیں پریم دھارا ..... محمد ....
محمد ہے دھرتی کا پہلا ستارا

تری ذات وجہ سکون دو عالم!
ترا دل شناسائے ہر جاحب غم
گواہ تیری عظمت پہ قرآن سارا
تو ٹوٹے ہوئے دل کا ہنجارہ ستارا

قدر شولاپوری

عید میلاد النبیؐ

اثر:۔ آغا خلش کاشمیری

آج تشریف لائے ہمارے نبی خاتم الانبیاء حق کے پیارے نبی

سر بسجدہ ہوئے آج جن و بشر
وقف توحید باری ہیں سنگ و شجر
کفر اوندھا ہوا بت گرے ٹوٹ کر
نور ہی نور ہے عرش پر فرش پر

جمع ہیں خیر مقدم کو سارے نبی آج تشریف لائے ہمارے نبیؐ

مصدر رحمت عام، مولائے کل
شافع اہل کونین، ختم الرسل
چاک جن کیلئے گریباں گل
ارض تا سما ہے بپا شور و غل

آئے ملک عرب کے دلارے نبیؐ آج تشریف لائے ہمارے نبیؐ

سرور ہر دو عالم حبیب خدا
حامی انس و جاں، مصطفےٰ مجتبےٰ
مہر روز جزا، مظہر کبریا
کہہ رہا ہے خلش مرغ قبلہ نما

قبلۂ دین و دنیا ہیں پیارے نبی آج تشریف لائے ہمارے نبی

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

شگفتہ تر ہے عالم میں عرب کا گلستاں اب بھی
ہر اک گل ہے وہاں کا غیرتِ باغِ جناں اب بھی

عرب کے جاہلوں کو نطقِ حضرت سے جو بخشا تھا
وہی طرزِ تکلم ہے وہی حسنِ بیاں اب بھی

وہ چوکھٹ جس پہ سر رکھا محمدؐ کے غلاموں نے
وہ چوکھٹ کہ جو ہے سجدہ گاہِ قدسیاں اب بھی

زمانے بھر کے ٹھکرائے ہوؤں کو امن ملتا ہے
حصارِ عافیت ہے مصطفیٰؐ کا آستاں اب بھی

وہ صحرا جس میں پہلے نغمۂ توحید گونجا تھا
وہیں جا کر تو ہوگی روحِ انساں شادماں اب بھی

مجھے مایوس کیا کرتا خیالِ دوریٔ منزل
کہ میرا جذبۂ شوقِ زیارت ہے جواں اب بھی

میں اے اشرفؔ کسی کی نعت میں تقلید کرتا ہوں
جدا ہے ہر سخنور سے میرا طرزِ بیاں اب بھی!

حضرت اشرف سرحدی

اختر انصاری اکبرآبادی

سرورِ کائنات

ترا وجود حرا حسنِ ذات تھا لیکن
ترے جمال کے قابل کوئی نگاہ نہ تھی
تجلیات کے عالم میں اور کچھ بھی نہ تھا
جنونِ عشق سے جلووں کی رسم و راہ نہ تھی

حجاب اٹھنے لگے پھر رخِ مشیت سے
پھر اک اشارے سے کل کائنات پیدا کی!
یہ آب و آتشِ رنگیں یہ خاک و باد و ہوا
ملا کے رشتے عناصر حیات پیدا کی

فلک پہ ہو گئے خورشید و ماہتاب عیاں
فضا میں جلوہ نما تھے جمیل تارے بھی!
مگر عجیب تھی تیری تجلیٔ محبوب
کہ جس سے جاگ اٹھے تھے حسیں نظارے بھی

زمیں پہ بحرِ رواں موجزن کیا تو نے
ہر ایک موج کے دامن میں خوش نگیں تھے گہر
ہر اک گہر سے زیادہ حسین تھا وہ جلوہ
وہ جلوہ جس کی نظر کیلئے تھا ہر منظر!

زمیں پہ پھول کھلے مسکرائے غنچے بھی
تھیں عطر بیز فضائیں لطیف رنگ،
مگر فضا سے زیادہ حسین ایک ہی گل
وہ گل کہ جس پہ ہو صدقے بہشت کا گلزار

وہ موجِ نکہتِ گل اور وہ موجِ بادِ صبا
وہ حسنِ صبحِ چمن جو کہ ہے خرامِ نسیم
وہ موجِ نور جو گلزارِ کائنات میں ہے
اس ایک موج پہ صدقے تھے ہزار موجِ نسیم

سرورِ کائنات کے حضور میں

(بلقیس جہاں سرداری بیگم پنہاں)

وفورِ ضبط سے سینہ تھا لالہ زار مرا — ہر ایک سانس تھا اک داستاں کا گزار مرا
اگرچہ خاک کے پیکر میں ڈھل گئی تھی میں — فرازِ عرش پہ پرّاں تھا قلبِ زار مرا
نمودِ شام سحر سے تھی آگہی مجھ کو — لباسِ ہستیٔ کہنہ تھا تار تار مرا!!

فرشتے لے گئے مجھ کو حضور کے در پر
زہے جمالِ محمدؐ، زہے رخِ انور!

کہا حضور نے ملت کی غم نوا بیٹی — فضائے گیتی سے تیری آہ اٹھی!
زمین و عرش کے چودہ طبق لرزنے لگے — تری صدا اگر سوز ہم تلک پہونچی
کہا یہ ہم نے فرشتوں سے جائیے دیکھیں — یہ کون عاشقِ امت ہے لائیں ابھی

تو اب بتا، مری امت کا حال کیسا ہے؟
یہ تیرے قلب پہ رنج و ملال کیسا ہے؟

حضور شرم سے گرداں جھکائے آئی ہوں — ہزار ہا داغ کلیجہ پہ کھا کے آئی ہوں
جو حق پرست تھے نفسانیت کے پیکر ہیں — جہاں تیرہ کو، دامن بچاکے آئی ہوں
حضور آپ کی امت کا حال ابتر ہے — میں غم کی آگ کو دل میں دبا کے لائی ہوں

فرنگی سحر کے طالب ہیں خاک ڈالنے والے
خدا کو بھول گئے جاتے ہیں اب جہاں والے

نہ اب وہ جوشِ مرداں نہ خوش زنان باقی — نہ اب مجاہدِ ملت نہ عشقِ وطن باقی

نہ اب وہ مسجد و منبر نہ نعرۂ تکبیر! نہ خوف روزِ قیامت نہ نہد من باقی
نہ اب وہ حسن کی شوخی نہ عشق میں گرمی نہ جوئے شیر کی کوشش نہ کوہکن باقی

نہ اب وہ ملت بیضا، نہ اب وہ عہد کہن
نہ اب وہ دین کے پجاری نہ جوش حب وطن

مری دعا قبول کو یارب اثر طرازی دے مری صدائے حدی کو تو سرفرازی دے
زمانہ دے نہ آزار قوم مسلم ہے محب خاک وطن کوئی مرد غازی دے
دلوں کو جذبۂ ایماں سے پھر سجا کر جبین شوق کو سجدوں کی پاکبازی دے

میں دردمند ہوں سن لے مری دعا یارب
جو سو رہے ہیں ان کو خواب سے اٹھا یارب

بارگاہِ رسالت میں

جہاں میں ہر طرف ہے بارشِ انوار ربانی
ہوئے ہیں جلوہ فرما دہر میں محبوب یزدانی
رکھی جانے کو ہے بنیاد قصر دین فطرت کی
کرے گی محو حیثیت کفر کو شان مسلمانی
نزول آیہ نصر من اللہ سے ہے یہ ثابت
مسلماں کرنے والا ہے جہانگیری جہانبانی
جناب رحمۃ للعالمیں کی آمد آمد ہے
ہوا ہے اہل عالم پر نزول فضل ربانی

نصر اللہ خان

گلدستۂ نعت

معراج

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز ‏ ‏ کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج

مشکل نہیں یارانِ چمن، معرکۂ باز ‏ ‏ پرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دراج

ناوک ہے مسلماں، ہدف اس کا ہے ثریا ‏ ‏ ہے سِرِّ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج

تو معنیِ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا!

ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

(ڈاکٹر اقبال)

رہ رو راہِ حجاز

السلام اے رہ روِ راہِ محبت السلام ‏ ‏ السلام اے جلوۂ حسنِ عقیدت السلام

السلام اے خاصۂ خاصانِ تسلیم و رضا ‏ ‏ اے وفا کیشی میں تو شہکارِ فطرت السلام

السلام اے فتنۂ طوفاں کی نبض پر سکوں ‏ ‏ شورشِ الحاد میں روحِ سعادت السلام

ظلمتِ کفر و ابا میں شمعِ ایمان و یقیں ‏ ‏ کثرتِ مکر و دجل میں نورِ وحدت السلام

محشرِ کذب و ریا میں پرتوِ عدلِ الٰہ ‏ ‏ مصحفِ صدق و صفا کی مہرِ حرمت السلام

السلام اے نازِ عبدیت کی نقشِ مطمئن ‏ ‏ نغمۂ سرورِ سازِ خالقیت السلام

السلام اے زندہ دارِ سنتِ ابنِ خلیل ‏ ‏ اے علم بردارِ فرمانِ نبوت السلام

یونہی لٹے جا بساطِ بزمِ اصنامِ لئیم ‏ ‏ اے حنیف اولیں کے نقشِ قدرت السلام

تازہ کر دے از سر نو مژدۂ ذبحِ عظیم

اے ذبیح اللہ کے شوقِ شہادت السلام

علامہ بدر جلالی سابق ایڈیٹر مدینہ بجنور

صبحِ مدینہ

اے صبحِ مدینہ صلِّ علیٰ سبحان اللہ سبحان اللہ

سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ

الصبح بدا من طلعتہ واللیل دجیٰ من وفرتہ

جاتی ہے جدھر پر شوقِ نظر جلوہ جلوہ جلوہ جلوہ

کیا موسم ہے کیا عالم ہے تسبیح میں ٹھنڈے جھونکے ہیں

اک وجد میں ہے ڈالی ڈالی اک کیف میں ہے پتہ پتہ

کوہ و وادی صحرا بستی ہر چار طرف مستی مستی

کہتی ہے سانسیں لے لے کر ہر موجِ ہوا اللہ اللہ

تاروں پہ مستی چھائی ہے بیہوشی ہے رعنائی ہے

بیداری ہے بینائی ہے نورانی ہے ذرہ ذرہ

کیا شبنم نے چھڑکاؤ کیا، نیساں کے ننھے پودوں کا

زندہ سچا موتی، بنی بنی قطرہ قطرہ

زلفیں لہرائیں حوروں کی، یا شاخیں سبز کھجوروں کی

ہیں موجِ ہوا کی سانسیں، یا معصوم فرشتوں کا نغمہ

کس حسرت سے بیدار ہوئے کس عجلت سے تیار ہوئے

پھر نور کی جالی دیکھیں گے، اے شوقِ نظر تیرا رتبہ

اب مسجد کے میناروں پر رہ رہ کے پپیہے بولیں گے

اب رحمت کا در کھولیں گے، وا ہوگا جنت کا روضہ

خاموش فضائیں ہوتی ہیں، پُرکیف اذانیں ہوتی ہیں
اڑتی ہے ہوا میں گنبد سے ٹکرا کے صدائے الا اللہ

آنسو کیوں اُبلے پڑتے ہیں، یہ دل کیوں دہا جاتا ہے
ہم اور مدینے کی بستی! اپنی پستی کا یہ درجہ

واللیل اذا یغشےٰ پڑھ کر، شب نے زلفیں لہرائی تھیں
والشمس ضحٰہا کہہ کہہ کر، کرنوں نے کھول دیا چہرہ

گنبد کا نور دمک اٹھا، روضے کا نور چمک اٹھا
دل کا ٹکڑا لپک اٹھا، ماشاء اللہ ماشاء اللہ

رحمت کی گھٹا چھائے تم پر، اے خضرا کے جلوو!
بارش ہو درودوں کی تم پر، اے صل علیٰ محبوب اللہ

صوفی اک حسرت لایا ہے، ظلمت سے نور میں آیا ہے
یہ دل بھی نورانی کر دے، انوار مدینے کا صدقہ

صاحب مدینہ

از حضرت صوفی ایم اے

ہے بیخودیٔ عشق حقیقی کا شناسا
ہر دل کہ ہے مخمورِ تولائے مدینہ

آتی ہے جو ہر شے سے یہاں اس کی خوشبو
دیلنے تجبتیہ کو دیباۓ مدینہ

ہے شام اگر گیسوئے احمد کی سیاہی
تو نور خدا صبح دل آرائے مدینہ

اے وہ کہ مرد راہی کا ہے طلبگار
پی ساغر ولے مئے مینائے مدینہ

در غلبۂ اعداء ہے نہ حسرت کہ ہے نزدیک
فرمائش مدد سید والا ئے مدینہ

مولانا حسرت موہانی

بانسری بجائے جا

دیکھو نکلا آفتاب رات کی جا چکی رات | بانسری کی دھن میں ہے گوش بر نغمہ کائنات
کیا ہی دلفریب ہے تیری بانسری کی بات | کرنیں ناچنے لگیں بانسری کے سُر کے ساتھ

اے فقیر بے نوا بانسری بجائے جا

نئی بانسری کا نغمہ مجاز سے | ہو حقیقت آشنا صورت مجاز سے
کہنا ہو درد دل اگر شوخ مست ناز سے | چھیڑ دیں راگ چھیڑ سوز اور گداز سے

اے فقیر بے نوا بانسری بجائے جا

تیرا گذر کہاں خستہ دل اس مکان تک | سیکڑوں بے نشاں ہوئے ہیں اس کے نشان تک
جا نہیں سکتا اس جگہ گرچہ تیرا گمان تک | پر ترے درد کی صدا پہنچیگی اسکے کان تک

اے فقیر بے نوا بانسری بجائے جا

امجد

نعت شریف

بڑی شان والی ہے عظمت نبیؐ کی | کہ جبریلؑ نے کی ہے خدمت نبیؐ کی
بنا لیا ہے جنت میں گھر اس نے اپنا | رکھی جس نے دل میں محبت نبیؐ کی
بلا ہی لیا پاس معراج کی شب | گوارہ ہوئی جب نہ فرقت نبیؐ کی
سر افراز فرش عرش اعظم | یہاں بھی وہاں بھی حکومت نبیؐ کی
ملائک اتر آئے ہیں آسمان سے | بیاں ہو رہی ہے فضیلت نبیؐ کی

یاور لکھنوی

نعت

شفاعت کا تاج مکلل ہے سر پر
سلام آپ پر اے شافعِ روزِ محشر

سلام آپ پر اے نبی مکرّم!
سلام آپ پر اے رسول مطہر

سلام آپ پر چارہ سازِ غریباں
فقیروں کے مونس غریبوں کے یاور

جمالِ محمد سے پھیلا اجالا
سلام آپ پر اے سراپا منور

مدینے کی گلیاں تھیں خوشبو سے مہکی
سلام آپ پر اے معنبر معطر

امیروں، غریبوں، فقیروں کے آقا
سلام آپ پر، دونوں عالم کے رہبر

حبیب خدا وجہ تخلیق عالم
سلام آپ پر صاحب حوض کوثر

میں ہرگز نہیں منہ دکھانے کے لائق
کرم آپ کا کھینچ لایا یہاں پر

وہ رحمت جو ہے عام دنیا کی خاطر
پکڑ کر وہی مجھکو لائی یہاں پر

ادھر دیکھئے رحمت دین و دنیا
میں نادم ہوں اپنے گناہوں کے اوپر

ڈھلکتے ہیں آنسو مری چشم تر سے
نظر اک تلطف کی اے مہر گستر

بہت دور سے چل کر آیا ہوں آقا
نگاہ کرم کیجئے میرے اوپر

طفیلِ ابوبکرؓ و فاروقؓ مجھ کو
دکھا دیجئے اپنا روئے منور

یہ آنکھوں سے کیسی جھڑی لگ رہی ہے
یہ کس کی محبت ہے سینے کے اندر

تفتیح آیا جرح قلبی تفتیح!
تز آیا دردِ معنی نشتر!

عروج قادری

بیاں توصیف اس یکتائے بے ہمتا کی کیونکر ہو
جو خود ہی آئینہ ہو، آئینہ بیں ہو سکندر ہو

سلام اس سرورِ عالم پہ اس بدر الدجیٰ پر ہو
درود اُس پر زمانہ میں ہوا جسکا نہ ہمسر ہو

تمہیں ہو فاتحِ عالم تمہیں عالم کے سرور ہو
تمہیں تو فخرِ موجودات کے محراب و منبر ہو

نہیں کوثر کا پیاسا، تشنۂ دیدارِ حضرت ہوں
ذرا میری طرف بھی اک نظر ساقیِ کوثر ہو

تمنا ہے الٰہی کہ مئے عشقِ محمدؐ سے
بوقتِ جانکنی لبریز میرے دل کا ساغر ہو

سلیمان اریب

میسر ہو جسکو محبت نبیؐ کی
اسے ہو گی اک دن زیارت نبیؐ کی

گئے سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے
ہوئی اس سے ظاہر فضیلت نبیؐ کی

متاعِ دو عالم کو ٹھکرا دوں حسرت
جو دیکھوں میں آنکھوں سے صورت نبیؐ کی

۲۸۶

حسرت گونڈوی

نعت

پنڈت بالمکند عرشؔ ملسیانی
جائنٹ ایڈیٹر رسالہ "آج کل" دہلی۔

حاملِ جلوۂ ازل پیکرِ نورِ ذات تو! — شانِ پیمبری سے ہے سرورِ کائنات تو
فیضِ عمیم سے تری قلب و نظر کی وسعتیں — مومنِ حق پرست کا حاصلِ نجات تو
تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خونِ ہر بشر — حسنِ نمودِ زندگی رنگِ رخِ حیات تو
عقدہ کشائے دین و آں نور فزائے ہر عمل — قبلۂ اہلِ دل ہے تو رونقِ شش جہات تو
شانِ بشر کا منتہا خالقِ دہر کا حبیب — مردِ خدا پرست کا آئینۂ حیات تو
موردِ التفات ہم تری نوازشات سے — ذاتِ خدائے پاک کی وقفِ نوازشات تو
قلب و نظر کے راز سب ہم پہ منکشف ہوئے — رمزِ جہان راز تو جانِ مکاشفات تو
کس کا ہے ظرف یوں لٹے شوق کا گنجِ شائیگاں — کھول کے سب پہ رکھ گیا قلب کے واردات تو

مدح سرائے مصطفےٰ ہے تو عمل بھی چاہیے
عرشؔ جو ہو سکے تو ہو عزم میں پُر ثبات تو

خدا کی قسم ہے وہ جنت کا مالک — سمجھائی ہے جس نے شریعت نبی کی
مٹا فرقِ دنیا کے شاہ و گدا کا — چلی جب جہاں میں شریعت نبی کی

نہیں نعت گوئی مرے بس کی احمرؔ
خدا نے بیاں کی فضیلت نبی کی!

احمرؔ بدایونی

حضورِ رسالت

(اقبالؒ)

مسلماں آں فقیرے کج کلاہے
رمید از سینۂ اُو سوزِ آہے

دلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

آنحضرتؐ غیروں کی نظر میں

رفیق انور فاروقی (دعیری)

برنارڈ شا سے
تھم گو فاش ہے نقاد عالم کا یہ قول
مصطفےٰ سے سیکھ کو امراض بشر کا علاج

لینن سے
دعویٰ جاہ خداوندی اگر کرتے رسولؐ
میں سرِ تسلیم خم کرتا درِ محبوب پر

لیبان سے
رشکِ آدم اور یکتا نا جہانِ دو جہاں
کملی والے نے زمانے کو بدل کر رکھ دیا

کارلائل سے
کارلائل معترف ہوتا ہے ان الفاظ میں
اسمِ احمد قوتِ لا انتہا کا نام ہے

ٹالسٹائی ؎

وقت کا نقاد ہر دو اشتراکی کہہ گیا
میں نے سیکھا ہے بہت کچھ مصطفےٰ کی ذات سے

گاندھی جی ؎

عالم جہالت جلوہ ساماں ہو گیا
تیرہ و تار نایک راتوں کی سیاہی چھٹ گئی

مژدہ انسانیت لایا ورود مصطفےٰ!
معصیت کی لاج بجلی قہرمانی مٹ گئی
اس کے درس عمل میں قوت پرواز ہے
آپ کی فکر و بصیرت زندگی کا راز ہے

سلام بر مزار ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ

جاتا ہے قافلہ طرف کوئے مصطفےٰ
میرا سلام لیجئے بانوئے مصطفےٰ!

اعزاز کا سبب ہو ترے در کی حاضری
میرا لقب ہو بلبل خوشگوئے مصطفےٰ!

بے شمع بگل مزار سہی پھر بھی ہر طرف
پھیلی ہوئی ہے قبر پہ خوشبوئے مصطفےٰ!

حوریں نثار ہیں ترے ہر تار زلف پر
تجکو ملا تھا شانۂ گیسوئے مصطفےٰ!

تھا تجکو وحی غار حرا پر وہ اعتماد
تیری ہی گفتگو ہوئی دلجوئے مصطفےٰ!

ہاں سب سے پہلے داخل اسلام تو ہوئی
اے طاہرہ، رفیقۂ پہلوئے مصطفےٰ

فرمائیے قبول بس اب آخری سلام
جاتا ہے آستاں سے سگ کوئے مصطفےٰ

بیتاب کر رہی ہے مدینے کی آرزو
یاد آ رہا ہے قبۂ مینوئے مصطفےٰ

اب پوچھئے نہ حال شفیق غریب کا!
دل سوئے مصطفےٰ ہے نظر سوئے مصطفےٰ

حضرت شفیق صدیقی جونپوری

حضورِ عالم

وہ علم حکمت سکھانے والا | پیام حق کا وہ لانے والا
کلام حق کا سنانے والا | عذاب حق سے ڈرانے والا
وہ رسم بد کا چھڑانے والا | وہ جہل و بدعت مٹانے والا
وہ بت پرستی اٹھانے والا | وہ سیدھا رستہ بتانے والا
خدا پرستی بتانے والا | وہ عاصیوں کا بچانے والا
مقام محمود پانے والا | وہ بیت اقصیٰ کا جانے والا
وہ جلوہ ہے نور کبریا کا | وہ صدر ہے بزم اصطفا کا
امام ہے خیل انبیا کا | ہے پیشوا مسلک ہدیٰ کا
معین انصاف اور وفا کا | مٹانے والا ہے وہ جفا کا
طبیب ہے شرک اور ریا کا | کہ خاص بندہ ہے وہ خدا کا
ہے آئینہ صدق اور صفا کا | وہ شاہ تسلیم اور رضا کا
وہ قبلہ ہر شاہ کا گدا کا | وہ کعبہ ابرار و اصفیا کا

صلوٰۃ اس پر سلام اس پر
اور اسکے اصحاب باوفا پر

(مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اسمٰعیل میرٹھی)

گذشتہ

نعت کے چند شعر

از کھدیو پرشاد صاحب
بسمل الہ آبادی

یوں جاں گزیں ہے دل میں مرے یادِ مصطفیٰ
جیسے صدف ہو گوہرِ یکتا لئے ہوئے

دنیا تمام نور کے سانچے میں ڈھل گئی
آئے جو آپ چاند سا چہرہ لئے ہوئے

لطفِ بہارِ گلشنِ طیبہ نہ پوچھئے
ہر پھول ہی بہشت کا جلوہ لئے ہوئے

نعت دیگر

شبِ معراج تھا یہ عرش پر جلوہ محمد کا
کہ سایہ نور بنکر رہ گیا تھا آپ کے قد کا

شہنشاہ کشورِ دیں کا یہ مدح ملائک ہے
نہ کیوں پیدا کرے اک جوش دل میں شورِ آمد کا

نہ پوچھا داورِ محشر نے کچھ اُن سے قیامت میں
نوازش تھی کرم تھا اہلِ امت پر جو احمد کا!

تقویم شمسی - ولادت نبوی سے وفات تک

سال میلاد محمدی	سال مسیحی	خلاصہ حالات عالم	خلاصہ حالات محمدی
سنہ ۱ ربیع الاول	۵۷۰ جون	ولادت باسعادت	حلیمہ سعدیہ نے رضاعت شروع کی
سنہ ۲ محرم	۵۷۱ مارچ		
سنہ ۳ "	۵۷۲ "	خسرو پرویز کی حبشیوں سے لڑائی	حضرت حلیمہ کے ساتھ مکہ واپس لائے گئے
سنہ ۴ "	۵۷۳ "		لیکن بوجہ وبا واپس کئے گئے اور بقول
سنہ ۵	۵۷۴ "		ابن اسحٰق چھ سال بنو ہوازن میں رہے
سنہ ۶	۵۷۵ "		جو عرب کا فصیح ترین قبیلہ تھا۔ آپنے اپنی
سنہ ۷	۵۷۶ "		والدہ کے ساتھ مدینہ کا سفر کیا اور واپسی
سنہ ۸	۵۷۷ "		پر حضرت آمنہ کا انتقال بمقام ابوا ہو گیا اور آپ کے کفیل عبدالمطلب ہوئے۔
سنہ ۹ "	۵۷۸ "	حرب الفجار شروع نزاع قرار پایا	وفات عبدالمطلب
سنہ ۱۰ "	۵۷۹ "		آپکی کفالت ابوطالب نے شروع کی
سنہ ۱۱ "	۵۸۰ "	ترکوں کا ایران پر حملہ	مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چرانے لگے
سنہ ۱۳ "	۵۸۲ "		سفر شام معہ ابوطالب واپس مسعود (واقعہ بحیرہ راہب)
سنہ ۱۴ "	۵۸۳ "		
سنہ ۱۵ "	۵۸۴ "		
سنہ ۱۶ "	۵۸۵ "		محرم میں سوق عکاظ میں لڑائی شروع
سنہ ۱۷ "	۵۸۶ "		ہو گئی (حرب فجار) آپ اس میں شریک ہوئے
سنہ ۱۸ "	۵۸۷ "		(بقول بعض حرب بنو امیہ سالار فوج تھا)
سنہ ۱۹ "	۵۸۸ "		
سنہ ۲۰ "	۵۸۹ "		

سال میلاد محمدی	سال مسیحی	خلاصہ حالات عالم	خلاصہ حالات محمدی
سنہ ۲۰ محرم	۵۹۰ مارچ	خسرو ثانی نے قسطنطنیہ میں پناہ لی	حرب فجار بقول ابن ہشام وابن سعد جبکہ آپ بیس سال کے ہو چکے تھے،
سنہ ۲۱ "	"		حلف الفضول بعد حرب فجار۔ خطاب الامین
سنہ ۲۲ "	۵۹۱ "		
سنہ ۲۳ "	۵۹۲ "		تعمیر کعبہ میں حجر اسود نصب کیا
سنہ ۲۴ "	۵۹۳ "		
سنہ ۲۵ "	۵۹۴ "		خدیجہؓ کا مال تجارت لیکر شام گئے
سنہ ۲۶ "	۵۹۵ "		واپسی پر ان سے نکاح کیا (ابن سعد ۸۲-۸۴)
سنہ ۲۷ "	۵۹۶ "		ولادت زینبؓ (زوجہ ابو العاص)
سنہ ۲۸ "	۵۹۷ "		سفر یمن (الحاکم فی المستدرک وذہبی) سفر بحرین (مسند امام حنبل ۲۰۶) ولادت رقیہؓ (زوجہ عتبہ)
سنہ ۲۹ "			سفر شام (؟)
سنہ ۳۰ "	۵۹۹ "		ولادت ام کلثومؓ (زوجہ عتبہ)
سنہ ۳۱ "	۶۰۰ "		
سنہ ۳۲ "	۶۰۱ "		ولادت فاطمۃ الزہراءؓ (؟)
سنہ ۳۳ "	۶۰۲ "		
سنہ ۳۴ "	۶۰۳ "	خسرو نے رومن سلطنت پر حملہ کیا	ولادت طیبؓ (؟)
سنہ ۳۵ "	۶۰۴ "		
سنہ ۳۶ "	۶۰۵ "		ولادت طاہرؓ (؟)
سنہ ۳۷ "	۶۰۶ "		
سنہ ۳۸ "	۶۰۷ "		ولادت قاسمؓ (؟)
سنہ ۳۹ "	۶۰۸ "		
سنہ ۴۰ "	۶۰۹ "	ہرقل نے سلطنت شروع کی	
سنہ ۴۱ رمضان			(۱) محمد الامین (صدر رب) ابتدائی نبوت جب آپ چالیس سال کے ہو چکے تو رمضان کی ۱۷ تاریخ (اکتالیسواں سال) کو غار
سنہ ۴۲ محرم			
سنہ ۴۳ ذالحجہ			

سال میلاد محمدی	سال مسیحی	خلاصہ حالات عالم	خلاصہ حالات محمدیؐ
			میں نزول وحی عالم خواب میں ہوئی۔ بقیہ سنہ ۴۱ سنہ ۴۲ سنہ ۴۳ محمدی میں خفیہ طور پر دعوت اسلام دیتے رہے یہ زمانہ فترۃ الوحی کا بھی کہا جاتا ہے
سنہ ۴۴ محرم	۶۱۲ مارچ		(۲) محمد المنذر بالمزکی محمدی سنہ ۴۴ کی ابتدا یعنی محرم سے دعوت۔ جہر یعنی علانیہ دعوت اسلام شروع کی گئی تا ہجرت حبشہ یعنی رجب سنہ ۴۵ م (محمد ب۔ الر۔ المدثر۔ ملک۔ قادر)
سنہ ۴۵ محرم	۶۱۴ مارچ	خسرو نے یروشلم لے لیا اور فلسطین فتح کر لیا	محمد المنذر بالمزکی
سنہ ۴۵ رجب	۶۱۴ اکتوبر		" " "
سنہ ۴۶ ختم ذی الحج	۶۱۶ فروری		" " " محمد المبشر والہادی (رحمٰن)
سنہ ۴۷ محرم	۶۱۶ مارچ		
سنہ ۴۸ محرم	۶۱۷ "	سرزمین تنگ [illegible] خسرو	(۴) محمد المرسل بخشیب ابوطالب
سنہ ۴۹ ذی الحجہ	۶۱۸ "	خسرو ثانی نے مصر [illegible]	
	۶۱۹ "	اور دمشق فتح کر لیا اور ایک فوج یونان بھیجی۔	
سنہ ۵۰ محرم	۶۱۹ "		
سنہ ۵۱ "	۶۲۰ "		وفات حضرت خدیجہؓ و ابوطالب
سنہ ۵۲ "	۶۲۱ "		(۵) محمد الرسول اللہ
سنہ ۵۳ صفر	۶۲۲ مئی		محرم سنہ ۵۰ تبلیغ فی القبائل تا ہجرت یثرب صفر سنہ ۵۳ محمدی

سنین مجدد ہجرت

محمدی	عیسوی	ہجری	واقعات عالم	واقعات اسلام
سنہ ۵۳	۶۲۲	سنہ ۱ھ		ہجرت کی اجازت۔ قتال کا حکم
سنہ ۵۴	۶۲۳	سنہ ۲ھ		

محمدی	عیسوی	ہجری	واقعات عالم	واقعات اسلام
سنہ ۵۵	۶۲۴	سنہ ۳ ھ		
سنہ ۵۶	۶۲۵	سنہ ۴ ھ		
سنہ ۵۷	۶۲۶	سنہ ۵ ھ		
سنہ ۵۸	۶۲۷	سنہ ۶ ھ	ایران کو ہرقل نے مغلوب کرلیا	
سنہ ۵۹	۶۲۸	سنہ ۷ ھ	کاوہ ثانی نے اپنے باپ	فتح مکہ
سنہ ۶۰	۶۲۹	سنہ ۸ ھ	خسرو کو قتل کیا اور شاہ بن گیا	
سنہ ۶۱	۶۳۰	سنہ ۹ ھ		کفار و مشرکین سے برأت کا اعلان
سنہ ۶۲	۶۳۱	سنہ ۱۰ ھ	حجۃ الوداع	اعلان ہوا کہ نسی شیطانی عمل ہے (مساحات النسائی)
سنہ ۶۳	۶۳۲	سنہ ۱۱ ھ		۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ مطابق ۸ جون آپ نے وفات کی (ابن سعد)

پس منظر اسلام

انجمن خدام النبی (صلعم)

از

حضرت شفیق صدیقی جونپوری!

ملک کے مایہ ناز شاعر حضرت شفیق صاحب جونپوری ۱۹۵۱ء میں جب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ان کو اتفاقاً بمبئی میں بھی کئی دن قیام کرنا پڑا۔ اور حضرت نے انجمن خدام النبی کی کارروائیوں کو ملاحظہ فرما کر دفتر انجمن صابو صدیق مسافر خانہ میں فی البدیہہ یہ اشعار لاؤڈ اسپیکر پر حجاج کو سنائے۔

احمد غریب

آنریری جنرل سکریٹری انجمن ہذا

اگر محبوب ہے ذکر رسول ہاشمی آؤ ۔۔۔ یہاں سب جمع ہیں مستان خدام النبی آؤ

اُجالا کیوں نہ خدام النبی کا چرخ فاں ہو ۔۔۔ وہ محفل ہے جہاں روشن ہے شمع زندگی آؤ

مبارک ہو حرم کے جانیوالو! نور ایماں! ۔۔۔ ہمارے واسطے بھی لیکے پیغام خوشی آؤ

مدینہ کی فضا میں تم سراپا نور بن جاؤ ۔۔۔ نگاہ و دل میں لیکر مصطفےٰ کی روشنی آؤ

شفیق اس وقت خدام النبی کا دور چلتا ہے

چلو بیٹھے ہو کیا تم بھی شراب عشق پی آؤ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

تحفۂ عید میلاد النبیؐ

ادارہ نئی راہ - امیر جی گوندجی بلاکس نمبر ۵ بی۔ بمبئی ۹

کیا پیغمبروں پر القائے شیطان ہوتا تھا؟

نہیں ہرگز نہیں!

اگر اس "نہیں ہرگز نہیں" کی تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو مولانا مہر محمد خانصاحب شہاب مالیر کوٹلوی کے اس علمی و تحقیقی مقالہ کا مطالعہ کیجئے جو نئی راہ کے تازہ شمارہ میں شائع ہو رہا ہے۔

یہ مضمون جو مولانائے موصوف کی وسیع مذہبی معلومات کا مظہر ہے۔ اصل میں پروفیسر محمد اجمل خانصاحب ایم۔ اے کے اس مقالہ کا جواب ہے جس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ پیغمبروں پر بھی کبھی کبھی القائے شیطان ہوتا تھا اور وہ بعد میں اپنی غلطیوں سے توبہ کر لیتے تھے۔

مولانا شہاب صاحب پیغمبروں کو غلطیوں کے ارتکاب سے ورا الورا ثم ورا الورئ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون میں بہت تفصیل کے ساتھ پیغمبروں کے مقام بلند کو پیش کیا ہے۔

ادارہ نئی راہ۔ پیونا گپا رہ روڈ۔ میرجی گوندجی بلڈنگ بکس نمبر ۹ بی۔ بمبئی ۸

جشن ولادت نمبر

یہ مجموعہ دو سو سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ نیوز پرنٹ پر، فی صفحہ ۳۱ سطور میں باریک قسم کا قلم، کتابت گوارا، طباعت واجبی مگر مضامین اور مقالات معیاری۔ مثلاً

(الف) مولانا شبلی نعمانیؒ کی سیرت النبیؐ سے "ظہورِ قدسی" کا اقتباس جس میں ان کا انداز نگارش پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوا ہے۔

(ب) مولانا ابو الکلام آزاد کا نایاب مضمون "ماہ ربیع الاول کا ورود اور دوسرا شاہکار مضمون "جشن ولادت" جس میں مولانا کا مخصوص و دلپسند انداز تحریر اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔

(ج) پروفیسر محمد اجمل خان صاحب ایم۔اے کی ساہا سال کی جستجو کا خلاصہ جس میں پس منظر ولادت اور ولادت سے بعثت تک کے حالات درج ہیں۔

(د) قاضی عبد المجید قرشی تنگانی سیرت کمیٹی کے دو مشہور و معروف مضامین جس میں سرورِ کائناتؐ کی مثالی زندگی اور آپ کے اخلاق پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بہت سے تاریخی واقعات اور سیرت کے نمایاں پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔

(ہ) رگھوناتھ سہائے صاحب (ریٹائرڈ پرنسپل) کا اسلامی غزوات پر غیر متعصبانہ اور حقیقت افروز مضمون اور اتحاد مذاہب پر ان کی زندگی کا آخری مقالہ۔

(و) ڈاکٹر خالد شیلڈرک کی شاہکار تقریر "رہبر عالم" کا اردو ترجمہ جس میں موجودہ مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے ۔۔

تجارت واقتصادیات میں اسلامی اصولوں کی رہنمائی پر محققانہ طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(ز) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سیرت پاک پر جتنے مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں سب سے اعلیٰ مضمون جس میں عقل اور سائنس کی روشنی میں نبوت محمدی پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(ح) علامہ موسیٰ جاراللہ روسیؒ کی عربی کتاب سے ترجمہ "قرآن میں سیرت پاک"

(ط) علامہ ابوالنظر رضوی کا خصوصی مضمون "اسلام اور نقطۂ انقلاب" موصوف دور جدید کے ایک بلند پایہ اسلامی مفکر ہیں — اس مضمون میں ان کی فکر کی جھلک محسوس کی جاسکتی ہے۔

(ی) شفاء الملک حکیم رشید احمد خاں صاحب امروہوی کا "طب نبوی" پر تازہ مضمون۔

(ک) مولانا مہر محمد خان صاحب شہاب مالیر کوٹلوی نے جو مذہبیات کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور جن کی زندگی کے چالیس سے زیادہ سال اسی کوچہ علم و تحقیق میں بسر ہو چکے ہیں "انسان کامل" کے عنوان سے اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔

(ل) مولانا عبدالمجید سالک پاکستان کے مشہور صحافی نے انگلستان کے متعلق رسول اللہ کے رویہ پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

(م) سید احمد قادری صاحب نے آنحضرت کے سراپائے مبارک کا الفاظ میں اس طرح نقشہ کھینچا ہے کہ بغیر فوٹو کے تصویر چشم بصیرت کے سامنے کھنچ جاتی ہے

(ن) عبدالرحمٰن عزام پاشا سابق جنرل سکرٹری عرب لیگ کے سرچشمہ فصاحت و بلاغت اور عبادت کے انقلابی تصور پر مشہور مقالہ کا ترجمہ۔

(س) مولانا ابراہیم عمادی صاحب مصنف خاتم النبیین کا رمضان کے معمولات پر

معلومات کی ہر مختصر اور مفید مضمون۔

(ع) مولانا حامد الانصاری غازی سابق ایڈیٹر مدینہ کا ریاست علیہ کے بانی پر مولوقیتی مضمون جو ان کی سیاسی سوجھ بوجھ کی غمازی کرتا ہے۔

(ف) چودھری افضل حق مرحوم کے الفاظ میں رسول اللہ کی زندگی کی آخری جھلک اور

(ص) علامہ سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں وفات اور اس کے بعد کا مختصر احوال

یہ ہے نئی راہ کے جشن ولادت صلعم کے مضامین و مقالات کا مختصر سا تعارف

قیمت عہر ایک روپیہ چار آنہ ۔ محصول بذریعہ رجسٹری ۱۰ ر مجلد عہ ر

گلدستۂ نعت

اسمیں ایک سو سے زیادہ

مسلم اور غیر مسلم

اساتذہ و تلامذہ

مشہیر نامعلوم

شعراء کرام کی

مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نعتیں یکجا کر دی گئی ہیں۔

مثلاً اسمیں مولانا حالی ۔ ڈاکٹر اقبال، جگر مرادآبادی، علامہ سہیل محسن کاکوروی، جوش ملیح آبادی ۔ فراق گورکھپوری، حسرت موہانی، ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، امیر مینائی، زائر مرحوم، حمید صدیقی، بہزاد لکھنوی، کیفی ٹونکی ۔ اکبر میرٹھی ۔ عرش ملسیانی، مہاراجہ کشن پرشاد، بسمل الہ آبادی، پنڈت ہری چند اختر، شفیق جونپوری، ساغر نظامی، احسن رضوی، نظر سیوہاروی، محشر دہلوی، خانش

کاشمیری، نظر لکھنوی، رئیس امروہوی، مزمل عباسی، ممتاز رحمانی، اشرف سرہندی، تہور راہی، انجید لاہوری، بلقیس جہاں پنہاں، قاضی عبدالرشید بکا، حکیم حیدر بیگ حیدر، دھرم پال گپتا وفا، لال چند فلک، بال مکند عرش، پربھو دیال عاشق، منشی چمن لال چمن، چودھری دلورام کوثری، شکیل بدایونی، لطفی رضوانی، اصغر گونڈوی، سیماب اکبرآبادی اور میر عثمان علی خان وغیرہ وغیرہ۔

ضمیمہ:-

اسی کے ساتھ ضمیمہ جشن ولادت (حصہ نثر) بھی گلدستۂ نعت میں شامل کردیا گیا ہے جس میں مشاہیر عالم کی آراء مختلف الخیال مختلف العقائد اور مختلف النظریات اصحاب کی رائیں۔ پیغمبر اسلام کا تعمیری پروگرام۔ آنحضرتؐ مفکر اعظم کی حیثیت سے۔ آنحضرت کے بنیادی اصول۔ امریکی مفکر کا خراج، انگریز محقق کا مقالہ، ڈاکٹر حمید ڈیر کی آپ بیتی (میں مسلمان کیوں ہوا؟) جے پرکاش نرائن کی سیرت پاک پر تقریر، پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ منقطع کیوں ہوا؟ کا جواب، پیغمبر اسلام کا پیغام امن، حضور رسالتمآب ہیں اور ہجرت سے وفات تک کی تفصیلی تاریخیں۔

تقریباً پونے دو سو صفحات کا یہ مجموعہ ہے۔ قیمت بلا جلد ایک روپیہ
قیمت مجلد عہ (بیرون بمبئی محصول ڈاک بذریعہ رجسٹری اور بذمہ خریدار)
ملنے کا پتہ:- ڈی۔ اسیر جی گوند۔ بلڈنگ۔ نیانا گپاڑہ روڈ۔ بمبئی ۸
بمبئی کے اردو کتب فروشوں سے بھی مل سکتا ہے۔

اس نمبر کو پڑھ کر زبان حال سے آپ یہ کہنے پر مجبور رہیں گے ؎

جہاں چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

خطوط

آپ نے غالب اور مولانا آزاد کے خطوط تو "اردوئے معلیٰ" اور "غبارِ خاطر" میں ضرور پڑھے ہوں گے اور شبلی و نیاز فتحپوری کے مکتوبات بھی غالباً مطالعہ میں آئے ہوں گے مگر کسی ترقی پسند خاتون کی زندگی اور اس کے مسائل سے بھرپور خطوط شاید آج تک نظر سے نہ گذرے ہونگے اس لئے اگر آپ پروفیسر صفیہ جاں نثار اختر ایم۔ اے کے خطوط کا مجموعہ دیکھنا چاہیں تو ادارہ "نئی راہ" سے طلب کیجئے۔ اسوقت زیرِ طبع ہیں۔ جلد ہی شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں آسکیں گے۔ قیمت للعہ روپیہ

عباسی۔ ہیر جی گوندجی بلڈنگ ۹ بی نیاناگپاڑہ۔ بمبئی ۸

صغیر حسنی
ایڈیٹر ماہنامہ "حقیقت"

اکسیر چشم رجسٹرڈ

میں نے اکسیر چشم کا استعمال پابندی سے متواتر شروع کیا اور اپنے عزیزوں کو بھی کرایا اور اب بھی ۱½ ماہ سے اس کا استعمال جاری ہے۔ میں اکسیر چشم کی افادیت کا اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر اعتراف کرتے ہوئے بہ وثوق یہ سطور سپرد قلم کر رہا ہوں کہ "اکسیر چشم" کی جو کچھ تعریف کتاب "آنکھوں کی روشنی" میں لکھی ہے وہ حقیقتاً صحیح ہے۔" اکسیر چشم" حقیقی کیمیا دوی حل کا مل اور اسم با مسمیٰ ہے۔ اکسیر چشم کے خواص بیان کرنے میں مبالغہ سے قطعی کام نہیں لیا گیا ہے۔ اکسیر چشم کے استعمال سے چونکہ میں خود چشمہ سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ اس لئے میں ہر شخص کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ چشمہ کی ضرورت محسوس کر کے چشمہ کا عادی نہ بنے۔ چونکہ اس کا استعمال ضرر رساں ہے چشمہ حقیقتاً ضعف بصارت کو ختم نہیں کر سکتا۔ اس لئے چشمہ خریدنے کی بجائے مسلسل چند ماہ اکسیر چشم کا استعمال کریں۔ اکسیر چشم کی قیمت ہیچ ہے۔ قارئین احسن کو چاہیے کہ اپنی عزیز آنکھوں کی حفاظت کے لئے عزیزی دواخانہ رجسٹرڈ پرنسس بلڈنگ جے جے ہسپتال بمبئی کو ۳ کو ایک کارڈ لکھ کر کتاب موسومہ "آنکھوں کی روشنی" مفت طلب کریں اور ہر مرض چشم کے اکسیری فوائد سے استفادہ کریں۔

قیمت :- اوسط شیشی نو روپے

عزیزی دواخانہ یونانی رجسٹرڈ پرنسس بلڈنگ نزدیک

جے جے ہسپتال بمبئی ۳

روزانہ تین وقت ایک ماہ کے استعمال کیلئے نو خوراک بڑی شیشی ۹ روپے

جشنِ آدمیت

خراجِ عقیدت

لینن کا خراج — جارج برنارڈ شا

گاندھی جی — روسو (بانی انقلاب فرانس)

لیو ٹالسٹائی — ٹامس کارلائل

ڈاکٹر مارکس — مورخ اعظم گبن

جواہر لال نہرو اور دیگر ادیب، مصنف، صحافی اور شعراء

(۱) پیغمبر اسلام کا تعمیری پروگرام

قاضی عبد المجید قریشی

(۲) آنحضرت مفکر اعظم کی حیثیت سے

رئیس احمد جعفری

(۳) آنحضرت کے چند اہم اصول

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

لینن کا خراج تحسین

امیر شکیب ارسلان جب روس میں لینن سے ملے تو اس نے معذرت کی کہ ہم اسلام کے اصولوں کو کیوں اختیار نہیں کرتے۔ لینن نے کہا: "چونکہ یورپ میں سرمایہ داری اور امپیریلزم انتہائی نقطہ پر پہنچ چکے ہیں اس واسطے ہم مجبور ہیں کہ بالکل برعکس میں انتہائی مخالف نہ صورت اختیار کریں ورنہ مجھ کو معلوم ہے کہ دنیا میں جب کبھی اعتدال پیدا ہوا تو اس کی صورت سوائے اسلام کے اور کوئی نہ ہوگی۔

انسانیت کا نجات دہندہ

"میں نے حضرت محمدؐ کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے وہ بڑے بلند پایہ انسان تھے میری رائے میں انہیں انسانیت کا نجات دہندہ کہنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان جیسا انسان موجودہ دنیا کا ڈکٹیٹر بن جاتا تو اس کے پیچیدہ مسائل ایسے طریق پر حل کر دیتا کہ انسانی دنیا مطلوبہ امن و راحت کی دولت سے مالا مال ہو جاتی"

(جارج برنارڈ شا)

(لائٹ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۳ء لاہور)

اندھیرے میں اجالا

"مغربی دنیا اندھیرے میں غرق تھی کہ ایک روشن ستارہ افق مشرق سے چمکا اور اس نے بیقرار دنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا۔ اسلام مجنونانہ مذہب نہیں ہے ہندوؤں کو کھلے دل سے اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پھر وہ میری ہی طرح ان سے محبت کرنے لگیں گے۔

میں پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ کر رہا تھا جب کتاب کی آخری جلد ختم ہو گئی تو مجھے افسوس ہوا کہ ایسی عظیم الشان زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے میرے پاس اور کچھ نہ تھا

(مہاتما گاندھی)

بلند مرتبہ سیاسی مدبر

حضرت محمدؐ ایک صحیح دماغ رکھنے والے انسان اور بلند مرتبہ سیاسی مدبر تھے۔ آپ نے جو سیاسی نظام قائم کیا وہ نہایت شاندار تھا۔

(روسو، بانی انقلاب فرانس)

(ماخوذ از میثاق ملی)

عظیم روسی فلاسفر کاونٹ ٹالسٹائی

قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے جس کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ اس کو خدا نے نازل کیا ہے۔ یہ کتاب عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک بہترین رہبر ہے اس میں تہذیب ہے، شائستگی ہے۔ تمدن ہے۔ معاشرت ہے اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے۔ اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جبکہ ہر طرف آتش فساد کے شرارے بلند تھے۔ خونخواری و ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہ کیا جاتا تھا اور اس کتاب نے ان گمراہیوں کا خاتمہ کیا تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

(دی لائٹ آف ریلیجن صفحہ ۱۴)

مسٹر اسٹینلی لین پول!

قرآن کو حضرت محمدؐ نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جبکہ ہر طرف تاریکی و جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا اور بت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹایا جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل کئی صدیاں گذر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ اصول مدنیت اور علوم و حقائق سکھائے اور ظالموں کو رحم دل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہ جاتے۔

(دی گارڈنس آف ہولی قرآن)

مسٹر طامس کارلائل

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے جس کی نسبت مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسکو خدا نے بھیجا ہے۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ طرح طرح کی گمراہیاں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں انسانیت و شرافت اور تہذیب و تمدن کا نام دنیا سے تک مٹ چکا تھا۔ ہر طرف بے چینی و بدامنی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن و سکون اور محبت کے جذبات پیدا کئے بے حیائی کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور ہزاروں گمراہ راہ راست پر آ گئے اور بہتیرے وحشی شائستہ بن گئے

اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحمدل اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنایا۔ یہ وہی کتاب ہے جو آج ۱۰ کروڑ آدمیوں کے دلوں پر حکومت کرتی ہے اور وہ اس تعلیم کے لئے وقف ہیں ۔

(دی پاپولر ریلیجن آف ورلڈ صفحہ ۱۱)

وحدانیت کا پیغمبر!

لیکن محمدؐ کسی حیثیت سے بھی نہ تھے ۔

یقیناً ان میں نبیوں کی دو باتیں موجود تھیں۔ انہوں نے خدا کے متعلق وہ سچائی معلوم کی جو ان کے ہم عصروں کو نظر آتی تھی۔ سچائی کے لئے انہوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی وہ برسوں تک برابر ستائے گئے۔ انہیں سزا دی گئی۔ مالی نقصان اٹھانا پڑا۔

ہم وطنوں نے رواداری اور بت پرستوں نے عناد ترک کر دیا۔ صرف یہی نہیں انہوں نے انتہائی مصیبتوں کا مزہ چکھا اور اگر ہجرت نہ کرتے تو یقیناً قتل کر دئے جاتے پھر بھی وہ بے خوفی سے اپنا پیغام سناتے رہے کوئی دھمکی کوئی لالچ اور کوئی خوف انہیں خاموش نہ کر سکا۔ انہوں نے فرمایا "اگر دشمن میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنا مقصد نہ چھوڑوں گا" اس عزم و استقلال اور اپنی نبوت کے یقین کے ساتھ انہوں نے خدا کے ایک ہونے کا اعلان کیا اور اسی کا نام اسلام تھا۔ دوسرے لوگ بھی بت پرستوں میں رہ کر وحدانیت کو مانتے رہے ہیں لیکن کسی نے وحدانیت کی بنیاد پر مضبوط اور پائدار مذہب قائم نہیں کیا۔ آپ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے تہیہ کر لیا تھا کہ لوگوں سے توحید کو منوا کر چھوڑیں گے۔

(ڈاکٹر ڈیکس ڈاڈس۔ محمد۔ بدھ۔ کرائسٹ)

قیصر اور پوپ سے بھی بلند تر

وہ (محمدؐ) سلطنت اور مذہب دونوں کے سردار تھے۔ یعنی وہ قیصر بھی تھے اور پوپ بھی۔ لیکن وہ ایسے پوپ تھے جن میں پوپ کی بناوٹ اور تصنع نہ تھی۔ وہ قیصر تھے مگر قیصر کی سی فوجیں ان کے پاس نہ تھیں۔ نہ کوئی مستقل فوج تھی۔ نہ باڈی گارڈ۔ نہ کوئی محل تھا نہ مقررہ آمدنی۔ اگر کبھی کسی شخص کو یہ کہنے کا حق ہوا ہے کہ میں خدا کی طرف سے حکومت کرنے کا حق رکھتا ہوں تو یہ حق محمد کو تھا اس لئے کہ انھیں حکومت کے سب اختیارات تھے۔ اگرچہ اس کے لوازم نہ تھے۔

حکومت اور صداقت کا معجزہ

تاریخ میں یہ اپنی ایک ہی مثال ہے کہ محمدؐ تین چیزوں کے بانی تھے۔ ملت۔ مذہب اور سلطنت۔ خود امّی تھے اور مشکل سے پڑھ لکھ سکتے تھے۔ پھر بھی وہ ایک کتاب کے مصنف ہیں۔ جو ایک نظم ہے قانون کا دفتر ہے۔ دعاؤں کی کتاب ہے اور مقدس کتاب بھی ہے اور آج تک نوع انسان کا چھٹا حصہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ اسے فصاحت و بلاغت، حکومت، حکمت و صداقت کا معجزہ مانتا ہے۔ محمدؐ نے صرف اسی معجزہ کا دعوٰی کیا تھا۔ اسی کو انھوں نے اپنا دائمی معجزہ بتایا تھا اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ یہ ضرور معجزہ ہے۔

رسول اور صرف رسول

مگر انھوں نے کبھی معجزہ دکھانے کا وعدہ نہیں کیا۔ جو کچھ انھوں نے کرنے کا دعوٰی کیا ان کے ماننے والوں نے انھیں کرتے دیکھا۔ اس سے زیادہ ان کے خلوص کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟ محمدؐ نے صرف ایک ہی لقب کا دعوٰی کیا اور جسے بلند ترین فلسفہ اور سچی عیسائیت ہمیشہ ضرور تسلیم کرے گی کہ وہ رسول تھے اور اللہ کے خاص رسول۔

(باسورتھ اسمتھ (محمد و محمدیت)

"ہر انصاف پسند آدمی اس حقیقت کا اقرار کرنے کے لئے مجبور ہے کہ قرآن ایک بے نظیر قانونی ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں اور وہ اپنے اثر کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز پوزیشن رکھتا ہے۔ اس نے وحشی عربوں کی زبردست اصلاح کی، ہمدردی اور محبت کے جذبات سے ان کے دلوں کو معمور کر دیا اور قتل و خونریزی کو ممنوع قرار دیا۔ یہ اس کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔"

(مورخ اعظم گبن (ہسٹری آف دی ڈکلائن)

عملی انسان

اُن (آنحضرت) کی زندگی کی ابتداء کو جسے ابتداء وحی کا زمانہ کہا جا سکتا ہے وہ ایک مصلح، مبلغ اور نبی کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اگرچہ ان میں جوش بھرا ہوا تھا اور اس کام کی کامیابی کا یقین تھا جسے انہوں نے لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اپنی زندگی کی ابتداء سے انتہا تک وہ ایک عملی انسان تھے جو بیہودہ اور بیکار ہرگز نہیں تھے۔

(تاریخ ادبیات عرب ڈاکٹر نکلسن)

—— دنیا کے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ جس انسان نے نسل انسانی پر اثر ڈالا وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(ڈریپر، تاریخ ترقی ذہنی یورپ)

”میں نہایت انکسار کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر قربانی، دیانت، اپنے عقیدہ پر عزم بالجزم، بدی کے متعلق غیر معمولی معلومات اور اس کی مدد کرنے بہترین طریقوں پر گہری نظر، الہام کی نمایاں علامتیں ہیں، تو یقیناً محمد کا کلام الہامی تھا“

(ڈاکٹر لائٹنر۔ ٹائمز ایتھنا سینٹ جیمز گزٹ لندن)

تاریخی تقاضہ کی تکمیل

”آنحضرت بہ حیثیت انسان کے اتنے بڑے تھے کہ وہ سب سے پہلے اپنے قول و عمل کے ساتھ ایک تاریخی موڑ دیا۔ تاریخ کی ضرورت بڑے انسانوں کو پیدا کرتی ہے اور بڑے انسان تاریخ کی اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور یہ حقیقت کبھی کبھی ہزاروں سال کے بعد اور کبھی صدیوں کے بعد اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

محمد مصطفےٰ ایک ایسے انسان تھے کہ تاریخ نے ان کے وجود میں اسی حقیقت کو جتایا۔ اس سے کم یا اس سے زیادہ نہ ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے اور نہ کہا گیا ہے“

(ڈاکٹر انصاری مصنف ورق ورق)
وائس کتوبر سنہ مر

اگر حضرت موسیٰؑ پر جلال تھے تو حضرت عیسیٰؑ مظہر جمال۔ لیکن آنحضرت صلعم کی ذات صاحب کمال ہے۔ اس لئے کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ آپ سے بچا نہیں ہر ایک میں آپ کی عبارت اہل بصیرت کے لئے نمایاں طور پر نظر آئے گی۔

(ایم۔ اے پرکار۔ رسالہ ایڈیٹر جرمنی)

جواہر لال نہرو

محمد صاحب نے مذہب کی توسیع میں جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ آپ نہایت پرامن زندگی گزارتے تھے۔ وہ "الامین" کہلاتے تھے۔
محمد صاحب نے عرب کے منتشر قبائل کو یکجا کر کے ایک قوم کی تشکیل کی "

(تاریخ عالم کی جھلکیاں)

ایچ جی ویلز

اگر آئندہ سو سال کے اندر اندر انسانیت کسی مذہب کو قبول کر سکتی ہے تو وہ مذہب صرف اسلام ہے۔

(مذاہب کا مستقبل)

محسن اعظم!

" حضرت محمد صلعم عالم انسانیت کے ان عظیم محسنوں میں تھے جن کا نام نہ صرف انسانی تواریخ میں بلکہ خود انسانی دل و دماغ میں ہمیشہ جگمگاتا رہے گا "

(جاں نثار اختر۔
۲ار نومبر ۱۹۵۲ء)

انسانیت و عقلیت کا پیغامبر

ایک غریب ساربان عرب کے ریگستان سے اٹھا اور اپنے پیغام کے اثر سے عرب پر ہی نہیں بلکہ آدھی دنیا پر چھا گیا۔ اس کا پیغام امن۔ جمہوریت۔ انسانیت۔ عقلیت اور اتحاد کا پیغام تھا۔ تیرہ سو برس بعد اس کا نام لیوا جو اپنے آپ کو محمد کی امت کہتے ہیں۔ اس پیغام کو بھول گئے ہیں۔ کاش وہ زبانی عقیدت کے بجائے پیغمبر عربی کی زندگی اور ان کے اصلی پیغام پر غور کریں۔

(خواجہ احمد عباس نومبر ۱۹۵۲ء)

حضرت محمد رسول اللہ بطور انسان کیا تھے؟

اس سوال کا جواب میری ملت میں صرف یہ ہے کہ آپ "انسان" تھے۔

میں جب چاروں طرف نظر دوڑاتا ہوں یا دنیا کی تاریخ کے ورق پلٹ کر زمانہ ماضی کا متجسس نگاہوں سے جائزہ لیتا ہوں تو حشرات الارض کی بستیوں کی طرح آباد روئے زمین پر آج تک جتنے انسان پیدا ہوئے ہیں ان کی تعداد ہاتھوں کی انگلیوں پر گن لیتا ہوں "

"نیا زمانہ" مدراس
۲۲ر نومبر ۱۹۵۲ء

ایڈیٹر مشعل بمبئی

محمدؐ بہ حیثیت انسان

انسان اپنے عمل سے پہچانا جاتا ہے۔ پیغمبر کا عمل اس کا مذہب ہے جس کی وہ اشاعت کرتا ہے۔ زمین کی ذاتی ملکیت ختم کرکے اسلام نے ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اس زریں اصول کو انگریزوں نے آکر توڑا۔ آج مسلمانوں کو وہ اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرنا ہے کیونکہ یہ ہندوستان اور ایشیا کے دوسرے ممالک کا بنیادی سوال ہے۔

جب مجھ جیسا آدمی کہتا ہے کہ زمین کی ذاتی ملکیت حرام ہے تو مجھے روس کا ایجنٹ، لامذہب، دہریہ اور نہ جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ انسان جس نے زمین کی ذاتی ملکیت کو حرام قرار دیا روس میں نہیں عرب میں پیدا ہوا تھا وہ عظیم انسان تھا جس نے اس کا تصور کیا اور وہ پیغمبر تھا ——— سردار جعفری

آنحضرت نہ صرف اپنے ملک کے لئے بلکہ تمام عالم کے لئے رحمت تھے۔

(غلام احمد خان آرزو (ایڈیٹر ہندستان)

۵ر اکتوبر [illegible]

آنحضرت صلعم انسان کامل تھے اور اسی وجہ سے ان کو انسانیت کا سچا نمونہ ہونے کا امتیاز خصوصی حاصل تھا۔ آپ کا قول ہے کہ ہر شخص سب سے اچھا انسان ہوتا ہے وہی بہترین مسلمان ہوتا ہے۔

(محمد قطب الدین صدیقی)
سابق مدیر خلافت۔ بمبئی

قرون وسطیٰ کے دنیا کے سب سے زیادہ ترقی پسند انسان۔

رفعت سروش آل انڈیا ریڈیو بمبئی

۵ر اکتوبر [illegible]

پیغمبر اسلام کا تعمیری پروگرام

(قاضی عبدالمجید قریشی)

تعمیر حیات کی آخری بحث یہ تھی کہ انسان کو انسان کامل بنانے کیلئے تربیت انسانی کا عملی پروگرام کیا ہونا چاہیے؟ فرمایا، انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک اندرونی اور دوسرا بیرونی اندرونی پہلو اعتقادات سے تعلق رکھتا ہے اور بیرونی پہلو اعمال سے۔ پہلے ذہن اور دماغ میں آرزوئیں، امیدیں، احساسات، خیالات اور ارادے پیدا ہوتے ہیں اور پھر آخر میں انسان اپنے اپنی ارادوں کے مطابق عمل کرنے لگ جاتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی زبان میں پہلی چیز کا نام نیت ہے اور دوسری چیز کا نام عمل ہے۔ نیت وہ خیالی، ارادی، یا اعتقادی تصویر ہے جس کا نقش صرف دماغ کے پردے پر کھنچتا ہے۔ اور عمل اس پہلی تصویر کا وہ صحیح صحیح عکس ہے جو خارجی دنیا میں تغیر و انقلاب کے ہنگامے بپا کرتا ہے۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ انما الاعمال بالنیات۔ عمل کا کارخانہ نیت پر قائم ہے۔ تربیت انسانی کا سارا کام یہ ہے کہ انسان کی نیت درست کی جائے اگر یہ کام طے ہو گیا تو پھر زندگی کی ساری ابجد الف سے یائے تک از خود درست ہو جائے گی۔

پیغمبر اسلام کے پروگرام میں سب سے پہلے دماغ کا استحکام کیا گیا۔ آپ نے اس کے لئے پانچ فیصلہ کن اصول مقرر فرمائے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان اصولوں کو تسلی کے ساتھ سمجھ لے تو انہیں اپنے دماغ کا نصب العین مقرر کر لے اور انہیں اپنے دماغ کی تختی پر اسطرح کندہ کر دے کہ وہ ہر وقت ذہن کے سامنے حاضر رہیں تو ایسا کر دینے سے انسانی دماغ کی حالت ایسی بن جاتی ہے کہ اس میں کوئی غلط اور کھوٹی نیت نشوونما نہیں پا سکتی۔ مذکورہ بالا پانچوں اصول، دماغ کے اندر پانچ پہرہ داروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں کبھی دماغ میں کوئی خراب ارادہ یا کھوٹی نیت پیدا ہوتی ہے یہ پانچوں پہرہ دار اسے پکڑ کر وہیں دبا دیتے ہیں۔ پیغمبر اسلام کی زبان میں ان پانچوں اصولوں کا نام جبکہ وہ دماغ کے اندر ایک پہرہ دار کی حیثیت سے متعین ہوں، **ایمان** ہے ایمان کا سارا مقصد یہ ہے کہ دماغ میں فاسد اور خراب نیتوں کی پیدائش کا سد باب کیا جائے اور اچھے ارادوں کو پروان چڑھایا جائے۔

ایک اللہ پر ایمان لانا۔ ایمان کے پانچ اصولوں میں سے پہلا اصول جو ہر وقت دماغ کے سامنے رہنا چاہیے، یہ ہے کہ تمہارا اور تمہارے سوا دوسری تمام مخلوق کا خالق اور مالک ایک ہے اس حقیقت کو ایک **عقیدہ** قرار دینے کا مقصد یہ تھا کہ نوع انسان، کو خاندانی، نسلی، قومی، اور ملکی برادریاں

کے تنگ حلقہ سے نکالا جائے اور کائنات عام پر ایک خدا اور ایک انسانی برادری کے خیال کو رواج دیا جائے تاکہ جس طرح ایک باپ کے بیٹوں میں، ایک استاد کے شاگردوں میں اور ایک ملک کے باشندوں میں اپنے اپنے تعلق کے باعث دوستی اور برادری کا احساس ہوتا ہے اسی طرح تمام دنیا کے انسانوں میں اس لحاظ سے کہ وہ ایک ہی خدا کی پیدائش ہیں اور ایک گھر سے پیدا ہوئے ہیں۔ سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کی محبت کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ اپنے خدا کا لحاظ کر کے ایک دوسرے کو آرام دینے کی انتہائی کوشش کرتے رہیں

۲۔ تمام نبیوں پر ایمان لانا۔ دوسرا اہم اصول جس کا ہر وقت دماغ میں حاضر رہنا ضروری ہے یہ ہے کہ خدا کی طرف سے ہر ایک قوم میں نبی بھیجے گئے ہیں۔ ان سب کو سچا تسلیم کرنے میں اس عقیدہ کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ہر ایک انسان کو اصولی طور پر اپنے دماغ میں یہ جذب کر لینا چاہئے کہ خدا نے اس دنیا میں جو اشخاص نیک اور فاضل پیدا کئے ہیں انکے نمونے کے مطابق زندگی بسر کرے۔ ان مختلف قوموں کے نبیوں میں ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ایک سکول کے اندر مختلف جماعتوں کے استادوں میں ہوتا ہے۔ ہدایت الٰہی کا ایک ہی کورس ہے۔ جسے ان سب نے ملکر نوع انسان کو پڑھایا۔ یہ سب ہی سچے تھے اور خدا کی طرف سے تھے پس ان کے نام پر الگ الگ دھڑے بنانے کی ضرورت نہیں اور نہ یہ ضرورت ہے کہ ایک رد کیا جائے یا جھوٹا ثابت کیا جائے اور دوسرے کو قبول کیا جائے ان حقائق کو ایک مستقل عقیدہ قرار دینے کی غرض یہ ہے کہ انسان کے بین الاقوامی خیالات کی اصلاح ہو اور یہ نکتہ ہر وقت کھلا رہے کہ جس طرح تمام قوموں کے نبی آپس میں بھائی بھائی تھے اسی طرح انکی امتوں کو بھی آپس میں بھائی بھائی ہونا چاہئے اور اپنے نبیوں کی زندگی کو ایک متفق علیہ نمونہ حیات کی حیثیت سے اپنے سامنے رکھکر ایک جیسی زندگی بسر کرنی چاہئے۔

۳۔ زندگی بعد موت پر ایمان لانا۔ تیسرا اہم اصول جو ہر وقت دماغ کے سامنے رہنا چاہئے یہ ہے کہ ہم اس زندگی میں جو کچھ بھی کر رہے ہیں، موت کے بعد ہم کو اس کا ضرور بدلہ ملیگا۔ ایک دن یہ تمام کائنات فنا ہو جائے گی۔ پھر ایک دن اور مقرر ہے جبکہ تمام مخلوق کو زندہ کیا جائیگا اور ہر شخص اپنی اس موجودہ زندگی کے اعمال کے مطابق زندگی کا ایسا نیا دور شروع کریگا جو موت اور فنا سے بالکل پاک ہوگا۔ اسلام نے اس حقیقت کو دین کے ایک مستقل عقیدہ قرار دیا ہے کہ ہر وقت یہ حقیقت انسان کے مدنظر رہے کہ وہ اپنے ہر ایک قول اور فعل کا پوری طرح ذمہ دار اور جوابدہ ہوگا اور یہ کہ انسان کا کوئی قول اور فعل خواہ وہ اپنے خیال میں اسے کسی قدر بھی معمولی سمجھے درحقیقت معمولی نہیں ہے، بلکہ ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ تک اسکی سزا و جزا میں اثر انداز رہیگا اور اس عقیدہ سے یہ بات بھی ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ ہم اپنی موجودہ زندگی ہی سے فائدہ اٹھا کر راحت ابدی کے وارث بن سکتے ہیں اسکے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

معلم اور مفکر اعظم کی حیثیت سے

(رئیس احمد جعفری ندوی)

علم کی ترغیب

علم اور مذہب میں عام طور پر بُعد المشرقین ہوتا ہے۔ گذشتہ انبیاء کے حالات زندگی ہمارے سامنے نہیں لیکن بعد کے جانشینوں اور مذہب کے علمبرداروں نے اپنے پیرؤوں کو ہمیشہ علم سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ کہ ان کا فکر روشن نہ ہو جائے۔ ان کی نگاہ میں وسعت نہ پیدا ہو جائے۔ انھوں نے صرف چند باتوں کو "آسمانی" قرار دے لیا تھا اور اسی محور کے گرد اپنی قوم کو چلاتے رہتے تھے، ان باتوں کے علاوہ جو کچھ تھا، وہ جہل تھا وہ کفر۔

لیکن داعیٔ اسلام نے اور آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا، وہ چیز تھی حصول علم، اور اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانوں نے دنیا کو علم کی روشنی سے منور کر دیا۔ آج کا ترقی یافتہ فلسفہ، آج کی ترقی یافتہ سائنس آج کی ترقی یافتہ ڈاکٹری، آج کی ترقی یافتہ انجینئرنگ، آج کی ترقی یافتہ ایجادات و اختراعات کیا یہ سب عہد حاضر کی برکات ہیں۔ جتنی کھود کاوش کی جائے گی معلوم ہوگا، یہ سارے علوم و فنون وہ ہیں جن کی داغ بیل مسلمانوں نے ڈالی تھی، جنھیں مسلمانوں نے پروان چڑھایا تھا جن کو مسلمانوں نے تجربہ کی کسوٹی پر پرکھا، ایجاد کی سان پر چڑھایا اور ترقی کے راستہ پر لا کھڑا کیا، اور مسلمانوں کا یہ جوش و ولولہ، تمام تر رہین منت تھا آنحضرتؐ اور آپ کے جانشینوں کی ترغیب علم، اور علم کی سرپرستی کا۔

دو تاریخی واقعات

جنگ بدر میں قریش کے جو لوگ گرفتار ہوئے انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا جن میں فدیہ ادا کرنے کی استطاعت تھی وہ فدیہ دے کر رہا ہو گئے مگر کچھ لوگ نادار اور مفلوک الحال بھی تھے جن کے پاس رہائی حاصل کرنے کے لئے زرِ فدیہ نہیں تھا، آنحضرتؐ نے ان اسیرانِ جنگ کی رہائی کی شرط یہ رکھی کہ ان میں سے ہر شخص دس مسلمان لڑکوں کو تعلیم دے، جن لوگوں نے یہ شرط پوری کی وہ رہا کر دیئے گئے۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنے کی تعلیم حاصل کی تھی۔

سکھ لیں اور آپ نے صرف پندرہ دن کی قلیل مدت میں اس زبان پر کافی دسترس حاصل کر لی۔ (سنہ ۴ھ میں آپ نے حضرت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ عبرانی زبان میں لکھنا پڑھنا)

اس کے علاوہ متعدد واقعات ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دیا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ علم سے دلچسپی لیں۔ کتب حدیث میں متعدد حدیثیں ہیں جن میں علم کی شان کی گئی ہے اور علم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

فکر و تدبر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی گئی تھیں ان میں فکر و تدبر کا مادہ بھی تھا۔ منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے غار حرا آپ کے تدبر و تفکر کا مستقر تھا۔ اور یہیں سے وحی و الہام کا آغاز ہوا۔

آپ نے اپنے تدبر اور فکر صحیح سے کام لے کر بہت سی نازک گھڑیاں ٹال دیں بہت سی برپا ہونے والی جنگیں دبا دیں۔ منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے قبل تعمیر کعبہ کے بعد جب سنگ اسود کو اس مقام پر رکھنے کی باری آئی تو ہر قبیلہ اس سعادت کا مدعی بن گیا قریب تھا کہ تلواریں کھنچ جائیں اور خون کی ندیاں بہہ نکلیں کہ آپ کو ثالث بنا لیا گیا اور آپ نے دور اندیشی اور تدبر سے کام لیتے ہوئے اپنی ردائے مبارک زمین پر بچھا دی سنگ اسود کو اس پر رکھ دیا ہر سردار کو حق دیا کہ وہ چادر کا کونا پکڑ کر حجر اسود کے مقام تک پہونچے اور وہاں پہونچ کر آپ نے اپنے دست مبارک سے پتھر کو اس جگہ پر رکھ دیا اس طرح ایک بہت بڑا فتنہ آپ کی دور اندیشی اور تدبر کی بدولت سر اٹھاتے اٹھاتے ختم ہو گیا۔

صلح حدیبیہ کا یہ پہلو بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ عام مسلمانوں کے (خیال کے) برعکس وحی الٰہی نے نطق رسالت کے ذریعہ اس صلح کو فتح سے تعبیر کیا تھا اور بعد کے واقعات نے یہ حقیقت روشن کر دی۔ اب تک مسلمانوں اور کفار میں جو دیوار حائل تھی اس صلح کے بعد ملنے جلنے کا دروازہ کھل گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ کفار مسلمانوں کی پاکیزہ سیرت، بلند کردار اور تقویٰ سے متاثر ہوئے اور خود بخود اسلام قبول کرنے لگے۔ مورخین اسلام کا خیال ہے کہ اس معاہدے سے لے کر فتح مکہ تک لوگ اس کثرت سے اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے۔

یہ صرف دو مثالیں ہیں ورنہ آپ کے تدبر و تفکر کے واقعات تو بے شمار ہیں۔

زرّیں اُصول

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

معلوم نہیں مسٹر برنارڈ شا نے اچھی طرح جان بوجھ کر کہا تھا یا یونہی چلتے ہوئے، مگر جو کچھ انھوں نے کہا وہ بالکل صحیح تھا کہ محمدؐ اگر اس وقت دنیا کے ڈکٹیٹر ہوتے تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا۔ میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود نہیں، ان کے پیش کردہ اصول تو بے کم و کاست موجود ہیں۔ ان کے اصولوں کو بھی اگر ہم راست بازی کے ساتھ ڈکٹیٹر مان لیں تو وہ سارے فتنے ختم ہو سکتے ہیں جن کی آگ سے آج نسلِ آدم کا گھر جہنم بنا ہوا ہے۔

اب سے چودہ سو برس پہلے جب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قدم رکھا تھا۔ اس وقت خود ان کا اپنا وطن اخلاقی پستی، بدنظمی اور بدامنی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ قرآن میں اس وقت کی حالت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے کہ "تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے جس سے خدا نے تمہیں بچا لیا۔" اس سے کچھ بہتر حالت دنیا کے دوسرے ملکوں کی نہ تھی۔ ایران اور مشرقی رومی سلطنت اس وقت انسانی تہذیب کے دو سب سے بڑے گہوارے تھے۔ اور ان دونوں کو ایک طرف آپس کی پیہم لڑائی اور دوسری طرف خود اپنے گھر کے معاشرتی امتیازات، معاشی ناہمواری اور مذہبی جھگڑوں نے تباہ کر رکھا تھا۔

ان حالات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور تئیس برس کے اندر انھوں نے نہ صرف عرب کو بدل ڈالا بلکہ ان کی رہنمائی میں عرب سے جو تحریک اٹھی تھی اس نے ایک چوتھائی صدی کے اندر ہندوستان کی سرحدوں سے شمالی افریقہ تک دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اخلاق، تمدن، معیشت، سیاست، غرض ہر شعبۂ زندگی میں درست کر کے رکھ دیا۔

یہ اصلاح کیونکر ہوئی؟ ایک مختصر گفتگو میں اس کی ساری تفصیلات بیان کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کے موٹے موٹے اصول میں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

سب سے پہلی چیز جس پر انھوں نے زور دیا وہ یہ تھی کہ تمام انسان صرف خدائے واحد کو اپنا آقا، مالک، معبود اور حاکم تسلیم کریں۔ خدا کے سوا کسی کی بندگی قبول نہ کریں صرف مذہب کے محدود دائرے ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے سارے معاملات میں تنہا خدا کے اقتدارِ اعلیٰ کے آگے جھک جائیں۔

اس کے ساتھ دوسری اہم چیز ان کی تعلیم میں یہ تھی کہ انسان کی مطلق العنانی، اور غیر ذمہ داری کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ ہر انسان فرداً فرداً اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ سمجھے اور اسی طرح انسانی جماعتیں بھی (خواہ وہ خاندانوں اور قبیلوں کی شکل میں ہوں یا طبقات کی شکل میں، قوموں کی شکل میں ہوں یا ریاستوں اور حکومتوں کی شکل میں)

بہرحال خدا کے حضور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا تصور ہی یہ پیش کیا کہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ یا نائب ہے۔ اس کو جس قدر اور جس حیثیت میں بھی کچھ اختیارات حاصل ہیں دراصل وہ اس کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں بلکہ خدا کے دیئے ہوئے ہیں اور ان کے استعمال میں وہ بالآخر خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

خدائی اقتدار اعلیٰ اور انسانی خلافت کی بنیادوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کے درمیان منصفانہ وحدت و اتفاق کا وہ رشتہ فراہم کیا جو کسی دوسرے ذریعے سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ نسل، نسب، زبان، رنگ، وطن، معاشی مفاد اور دوسری جتنی چیزیں سوسائٹی کی بنیاد بنتی ہیں۔ وہ لازمی طور پر انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کا مد مقابل بنا دیتی ہیں۔ ان میں اگر موافقت ہوتی بھی ہے تو اغراض کی بنا پر ایک ناپائیدار عارضی موافقت ہوتی ہے۔ کشمکش اور جنگ اس تقسیم کی عین فطرت میں داخل ہے اور اس کا لازمی نتیجہ بے انصافی ہے۔ اس کو دور کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ تمام انسانوں کو خدا کی بندگی پر متحد کیا جائے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس پیدا کر کے انہیں انصاف پر آمادہ کیا جائے۔

قومیت اور طبقات کے بجائے خدا کی بندگی اور خلافت کے تصور پر جب عالمگیر سماجی زندگی کی بنیاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اس کے ہر پہلو کو انہوں نے پائیدار اخلاقی اصولوں پر ڈھال دیا۔ ان کے پیش کئے ہوئے اخلاقیات تارک الدنیا درویشوں کے لئے نہیں تھے بلکہ دنیا کا کام چلانے والے لوگوں کے لئے تھے۔ کسان، زمیندار، مزدور کارخانہ دار، تاجر، خریدار، پولیس مین، مجسٹریٹ، کلکٹر، جج، گورنر، سپاہی اور سپہ سالار، وزیر اور سفیر۔ ہر ایک کو اس کے دائرہ عمل میں انہوں نے اخلاق کے ایسے ضابطوں سے باندھ دیا جس کی بندشوں کو کھولنا اور کسنا، جس کے اصولوں کو بنانا اور بگاڑنا افراد یا رائے عام کی خواہشات پر منحصر نہیں ہے۔ انہوں نے معاشرت اور شخصی تعلقات کو، تہذیب اور ادب کو، کاروبار اور لین دین کو، سیاست اور انتظام ملکی کو، بین الاقوامی تعلقات اور صلح و جنگ کو، غرض انسانی زندگی کے سارے معاملات کو، اخلاق کا پابند بنایا اور جو چیز بھی انسانی زندگی سے تعلق رکھتی ہو اس کا

یہ حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اخلاقی بندشوں سے آزاد ہو کر نشو و نما پائے۔
یہ وہ بڑے بڑے اصول تھے جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلاحی پروگرام مبنی تھا
اس پروگرام کو عمل میں لانے کیلئے انھوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ انفرادی اصلاح سے
شروع ہوتا تھا۔ ان کی نگاہ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اجتماعی اصلاح کے ہر نقشہ کا
دار و مدار بالآخر افراد ہی پر جا کر ٹھہرتا ہے کوئی بہتر سے بہتر نظام بھی کمزور کیرکیٹر اور ناقابل
اعتماد سیرت کے لوگوں کو لے کر کامیابی کے ساتھ نہیں چلایا جا سکتا۔ افراد کی سیرت کی
خامیوں سے ایک نظام کے عمل درآمد میں جو رخنے اور شگاف پڑتے ہیں انھیں کاغذ پر
نہیں بھرا جا سکتا۔ کاغذی دنیا میں آپ مختلف ممکن خرابیوں کے سدباب کا جس قدر
چاہیں خیالی انتظام کر لیں۔ لیکن عمل کی دنیا میں اس کاغذی نقشہ کو چلانے کا انحصار
بہرحال کارکن افراد ہی پر ہوگا۔ یہ افراد اگر بجائے خود خواہشات، اغراض اور تعصبات سے
شکست کھا جانے والے لوگ ہوں، اگر ان کے اندر سچا ایمان اور پختہ کیرکیٹر نہ ہو، تو آپ
کی ساری خیالی احتیاطوں کے باوجود اس نظام میں رخنے پڑیں گے اور ایسی ایسی
جگہوں سے پڑیں گے جہاں تک آپ کا تصور بھی نہ جا سکے گا۔ بخلاف اس کے کاغذ
پر ایک نظام کو دیکھ کر آپ اس میں بہت سے رخنوں کا امکان ثابت کر سکتے ہیں
لیکن اس کو چلانے کے لئے اگر بھروسے کے قابل افراد موجود ہوں تو ان کا صحیح عمل ان
سارے رخنوں کو بھر دے گا جن کے رونما ہونے کا امکان عالم خیال میں آپ کو نظر آتا ہو
اسی بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی ساری قوت ایسے افراد کو تیار کرنے پر
صرف کی جو ان کے پروگرام کے مطابق بہترین طریقہ پر دنیا کی اصلاح کر سکنے والا ہوا۔
انھوں نے ایسے لوگ تیار کئے جو ہر حال میں خدا سے ڈر کر بدی سے پرہیز کرنے والے
ہوا۔ جو اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو پیش نظر رکھنے
والے ہوں۔ جو ہر اس کام سے رک جانے والے ہوں جس کے متعلق انھیں خدا کی نا
راضی کا اندیشہ ہو اور ہر اس کام میں دل و جان سے کوشش کرنے والے ہوں جس کے
متعلق انھیں معلوم ہو جائے کہ خدا اس سے خوش ہوگا۔ جنھیں خدا کی خوشنودی پر اپنی
کسی چیز کو قربان کرنے میں تامل نہ ہو۔ جن کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف، کسی کی،
مہربانی کا لالچ، اور کسی کے انعام کی تمنا نہ ہو۔ جن کے لئے پبلک اور پرائیویٹ زندگی میں
کوئی فرق نہ ہو۔ جو راز کے پردوں میں بھی اتنے ہی نیک، شریف اور پرہیزگار ہوں جتنے
پبلک میں منظر عام پر نظر آئیں۔ جن پر یہ بھروسہ کیا جا سکے کہ بندگان خدا کی جان، مال آبرو
اگر ان کے چارج میں دے دی جائے تو خیانت کار ثابت نہ ہوں گے۔ اپنی ذات یا اپنی قوم
اور حکومت کی طرف سے کوئی عہد کریں تو بے وفا نہ نکلیں گے۔ انصاف کی کرسی پر بٹھائے

جائیں تو ظالم نہ پائے جائیں گے۔ لین دین کے بازار میں بیٹھیں تو بد معاملگی نہ کریں گے۔ حق مانگنے میں چاہے سست ہوں مگر حق ادا کرنے میں سست نہ ہوں گے۔ اور اپنی ذہانت ہوشیاری، تدبر اور قوت و قابلیت کو راستی اور انصاف کے لیئے اور انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کریں گے نہ کہ شخصی یا قومی اغراض کی خاطر دوسروں کو بے وقوف بنانے اور دوسروں کے حق تلف کرنے کے لیئے۔

کامل پندرہ سال تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے افراد کی تیاری میں لگے رہے۔ اس مدت میں آپ نے حق پرستوں کی ایک مٹھی بھر جماعت تیار کرلی۔ جو صرف عرب کے لیئے نہیں بلکہ تمام دنیا کی اصلاح کے لیے سچا عزم رکھتی تھی اور جس میں عرب کے علاوہ دوسری قوموں کے افراد بھی شامل تھے۔

اس جماعت کو منظم کرنے کے بعد آپ نے وسیع پیمانہ پر سماج کی اصلاح کے لیئے عملی جدوجہد شروع کی اور صرف آٹھ برس میں بارہ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سرزمین عرب کے اندر مکمل اخلاقی، معاشی، تمدنی اور سیاسی انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔

پھر وہی جماعت جسے آپ نے منظم کیا تھا عرب کی اصلاح سے فارغ ہو کر آگے بڑھی اور اس نے اس زمانہ کی مہذب دنیا کے بیشتر حصے کو اس انقلاب کی برکتوں سے مالامال کر دیا جو عرب میں رونما ہوا تھا۔

آج ہم نئے نظام نئے ورلڈ آرڈر، کی آوازیں ہر طرف سے سن رہے ہیں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جن بنیادی خرابیوں نے پرانے نظام کو آخر کار فتنہ بنا کر چھوڑا وہی اگر صورت بدل کر کسی نئے نظام میں بھی موجود ہوں تو وہ نیا نظام ہوا کب۔ وہ تو وہی پرانا نظام ہوگا۔ جس کے کانٹے اور ڈنک سے جاں بلب ہو جانے کے بعد ہم نئے نظام کا تریاق مانگ رہے ہیں۔ انسانی اقتدار اعلیٰ خدا سے بے نیازی و بے خوفی، قومی و نسلی امتیازات، ملکوں اور قوموں اور طبقوں کی سیاسی و معاشی خود غرضیاں، اور ناخدا ترس افراد کا دنیا میں برسر اقتدار ہونا۔ یہ ہیں وہ اصلی خرابیاں جو اس وقت تک دنیائے انسانی کو تباہ کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی اگر ہماری زندگی کا نظام انہی خرابیوں کا شکار رہا تو یہ ہمیں تباہ کرتی رہیں گی۔ اصلاح اگر ہو سکتی ہے تو انہی اصولوں پر ہو سکتی ہے جن کی طرف انسانیت کے ایک سچے بہی خواہ نے اب سے صدیوں پہلے ہماری محض رہنمائی ہی نہ کی تھی بلکہ عملاً اصلاح کر کے بھی دکھا دی تھی۔ • مہر مارچ سنہ ...

ضمیمہ نئی راہ

آپ بیتی

مسٹر حمید ڈیر سابق ایڈیٹر ہندستان ٹائمز دہلی

مرتبہ:۔ زیڈ اے عباسی

۹ نئی ہیرجی گوندجی بلڈنگ ناگپاڑہ بمبئی ۸

۲۲/

آپ بیتی

میں مسلمان کیوں ہوا؟

ہندوستان کے سب سے بڑے اخبار ٹائمز آف انڈیا کے سابق مورس ایڈیٹر حمید ڈیر
نے جو مسلمان ہو گئے تھے اپنے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ جن دنوں میں مصر
کے اخبار (اجیپشن گزٹ) کا ایڈیٹر تھا۔ چھٹی کے دن صحرائے سقارہ میں چلا جاتا تھا اور آثار
قدیمہ کی تحقیقات میں مسٹر زیلہ [?] کی امداد کیا کرتا تھا۔ ایک دن ان تحقیقات میں ہمیں ایک نہایت
ہی عبرتناک کتبہ ملا۔ اس کتبہ کے الفاظ لکھنے والے نے اپنے خون سے لکھے تھے۔ کتبہ کے الفاظ
یہ تھے:-

"فرعون کی ایک طلسمی کی مہم سے صرف راقم الحروف ہی زندہ واپس آیا ہے۔"
لکھنے والے کا پنجر پاس ہی ریت میں دبا پڑا تھا۔ مسٹر ڈیر کہتے ہیں کہ زندگی کے اس
حیرت انگیز منظر نے میرے دل پر بے حد اثر کیا۔ میں شام کے وقت اپنے جھونپڑے سے خیمے میں واپس آیا
جو دریا کے کنارے کھڑا تھا اور دنیا کے طلسم اور زندگی کے اسرار پر غور کرنے لگا۔ میں کبھی کتبہ کندہ
کرنے والے کے شکستہ حال پنجر پر غور کرتا اور کبھی فرعون کی حالت کو سوچتا جس نے وقت کی
غفلت و بے ہوشی اور عیش و غرور سے بدمست ہو کر خدائی کا دعویٰ کیا اور کبھی عاجزی اور
فکر مندی کے ساتھ زندگی کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ مسٹر ڈیر لکھتے ہیں کہ اس وقت رات کی تاریکی
اور تنہائی، ریت کا بے زبان سمندر اور صحرا کی خاموشیاں اور لامحدود وسعتیں میرے سامنے
تھیں۔ اسی حال میں یکایک میرے دل میں خدا کی عظمت اور بڑائی کا احساس

پیدا ہوا اور مجھے یقین ہو گیا کہ خدا ایسی اتھاہ اور لامحدود قوت ہے کہ اس کی بے اندازہ وسعت و قدرت اور شان یکتائی پر انسان کا حقیر اور بے حیثیت دماغ کسی طرح بھی قابو نہیں پا سکتا۔

مسٹر ڈیر لکھتے ہیں کہ خدائے بزرگ کی عظمت اور جلال کا یہ عظیم الشان تصور جو صحرائے صحارا میں میرے دماغ میں پیدا ہوا پھر کسی وقت بھی دماغ سے جدا نہیں ہو سکا اور اسی وقت سے میں نے تلاش شروع کر دی کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب بھی ہے جس نے خدائے تعالیٰ کے متعلق یہی اعلیٰ تخیل اور وسیع ترین وحدانیت کو انسان کے سامنے پیش کیا ہو۔ مقابلہ مذاہب کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ قرآن اسی اعلیٰ ترین تخیل اور وسیع ترین وحدانیت کا علمبردار ہے لہذا میں لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور محمد رسول اللہ اس لیے کہتا ہوں کہ ان کے ذریعہ سے یہ اعلیٰ ترین نعمت انسان کو حاصل ہوئی ہے

زندگی کا حقیقی سوال :-

یہ ظاہر ہے کہ مسٹر حمید ڈیر کے پاس بہت کافی مال و دولت موجود تھا اسے اہل وعیال کی نعمت بھی حاصل تھی۔ وہ حاکم تھا حکمران قوم کا فرد تھا سوال پیدا ہوگا کہ اس کے باوجود اس نے تبدیلی مذہب کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان سچ مچ انسان ہو اور غفلت و نادانی اور عیش و غرور کی بے فکریوں نے اس کے دل کی آواز اور تڑپ کو تباہ و برباد نہیں کر دیا ہو تو اس کی زندگی میں ہر وقت ایک ایسی خلش موجود رہتی ہے جس سے وہ کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا اور اس کے دل کی گہرائی سے ہر وقت ایسا سوال ابھرتا رہتا ہے جسے نہ تو وہ دبا سکتا ہے اور نہ وہ بھلا سکتا ہے۔ زندگی کا حقیقی سوال جس سے کوئی معقول اور دور اندیش انسان بچ نہیں سکتا۔ یہ ہے کہ انسان کی موجودہ اور آئندہ دونوں زندگیاں کن اصولوں کی پیروی سے جنت و راحت کی منزل تک پہنچ سکتی ہیں

ہر زمانہ میں الگ الگ جواب :

اس سوال کا جواب ہر زمانہ میں یکساں نہیں تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نسل انسانی کی عمر، حالت اور استعداد کے مطابق ہی اس کی ہدایت کا انتظام کرتا ہے۔ جمیع انسانی کا جیسا درجہ اور حیثیت ہوتی ہے۔ ویسی ہی تعلیم اسے دکھاتی ہے۔ بیسویں صدی کا انسان اور مسٹر حمید ڈیر جیسا سنجیدہ انسان اس بیسویں صدی کے زمانے میں خدا کے متعلق جو اعلیٰ ترین تخیل پیدا کرتا ہے وہ دنیا کی قدیم کتابوں میں اگرچہ وہ آسمانی ہی کیوں نہ ہوں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ ان کتابوں کے اصول اور تخیل اس قدر ترقی یافتہ دماغوں کے لیے نہیں تھے

خدا سے بغاوت کا اصل سبب

آپ نے روسی لیڈروں کا فیصلہ پڑھا ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کا تخیل محض بیکار ہے۔ لا ضرورت ہے۔ خدا کا قائل ہونے میں انسان کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا کا خیال کرنا ہی انسان کی ترقی و آزادی کے راستہ میں سب سے بڑی روک ہے۔ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کا وہ اعلیٰ ترین تخیل جسے موجودہ زمانے کے انسان بھی ضروری خیال کریں، روسی لیڈروں تک نہیں پہنچا۔ وہ صرف عیسائی ہیں اور خدا کا وہی ناقص تخیل جو موجودہ انجیل اور عیسائیت میں موجود ہے۔ ان تک پہنچا ہے۔ لہذا ان کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ انسان کو جلد از جلد اس ناقص تخیل کی غلامی سے چھڑا کر آزادی اور ترقی کے راستے پر ڈال دیں۔

ہندوستان میں خود یہ حالت پیش آ رہی ہے۔ ہندو نوجوان مذہب کی مخالفت پر تل گئے ہیں۔ ان کیلئے اب روشنی کے زمانے میں یہ ناممکن ہو رہا ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہو کر سانپ، پیپل، گائے، چاند، سورج، دریا کی قسم کی بے شمار دیوی، دیوتاؤں اور مختلف قسم کے پتھروں کے لئے مندروں میں جائیں اور منتر پڑھیں۔

قبل اسلام خدا کے متعلق کیا عقائد تھے؟

دنیا کی مختلف قوموں میں خدا کے متعلق عجیب و غریب خیالات پائے جاتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں انسان ہر کام کا ایک دیوتا مانتا تھا اور ان سب کو پوجتا تھا۔ بیماری کا الگ ایک دیوتا تھا۔ جنگ کا الگ، مینہ کا الگ، محبت کا الگ، پیداوار کا الگ اور دولت کا الگ۔ دیوتاؤں کی اس علیحدگی اور افتراق کے باعث بے شمار مذہبی رسمیں الگ الگ مندر اور پجاری اور مذہبی پیشواؤں کے علیحدہ علیحدہ طبقے قائم ہو گئے تھے۔ اور یہ لوگ ہر وقت اپنے اپنے عقیدے اور مذہب اور اپنے دیوتاؤں کی بڑائی کیلئے دوسروں سے لڑتے رہتے تھے۔ بیشمار انسان خدا کے متعلق یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہیں کا ہے، دوسروں کا نہیں۔ اس حیثیت سے انھوں نے انسان کے اندر پستی اور بلندی اور شرافت اور ذلت کے درجے اور طبقے قائم کر رکھے تھے۔ سفید رنگ والے خدا کو صرف اپنے ہی لئے خاص تصور کرتے تھے اور پیچھے بھی ایرانی اور آریہ ورت کے۔ ہندو دونوں میں منقسم ہوکر اس طرح دو فرقے ہوگئے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کو بجائے خود یہی دعویٰ تھا کہ خدا تعالیٰ کی بندگی کے صرف وہی اہل ہیں۔ اشتباہ ہے کہ اگر ایک آریہ کے یہاں لفظ دیوتا خدا کے معنی دیتا تھا، تو ایران میں اس لفظ کے معنی جن و شیطان کے تھے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ ہندوستان کے دو صوبے شمالی اور جنوبی میں بھی اس بارے میں اتحاد نہ تھا۔ ایک شو کو پوجتے تھے اور دوسرے

وشنو کو، ایران میں آفتاب کو خدائی کا رتبہ دیا جاتا تھا مگر ہندوستان میں وہ صرف نام سے بڑا نہ تھا۔ ہندو آریوں میں برہمنوں نے وہ خدا مانا تھا جو صرف انہی کا خدا تھا جس نے ان کو اپنے منہ سے پیدا کیا تھا اور دوسری ہندو قوموں کو اپنے بازوؤں اور ٹانگوں سے۔ سامیوں کا خدا صرف انہیں کا خدا تھا بلکہ بنی اسرائیل کے نزدیک وہ خاص اُن کے خاندان کا خدا تھا اور اُسے ابراہیم کا، اسحاق کا، یعقوب کا اور موسےٰ اور ہارون کا خدا سمجھتے تھے۔ عیسائیوں کا خدا عیسائیوں کا باپ تھا مگر اس باپ کے بیٹے میں دوسرے شریک نہ تھے

اسلام میں خدا کا تخیل

ہم بیان کر چکے ہیں کہ مذہبی معلم اور پیشوا ہمیشہ انسانوں کی استعداد کے مطابق تعلیم دیتے رہے ہیں۔ پیغمبر اسلام ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جبکہ نسل انسانی پختگی جوانی اور کمال کے درجے کو پہنچنے والی تھی۔ پس آپ نے خدا کے متعلق وہ اعلیٰ ترین تخیل پیش کیا جو ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا اپنی ذات کے لحاظ سے بھی واحد ہے اور اپنی صفات کاملہ کے لحاظ سے بھی واحد ہے اور اپنی عبادتوں کے لحاظ سے بھی لاشریک ہے۔ نہ کسی پیغمبر کو قدرت ہے کہ وہ اس کی خدائی میں ذرہ برابر شریک ہو سکے اور نہ کسی نمرود، فرعون، کسریٰ، قیصر اور مہاراج کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے قانون شاہنشاہی میں شرکت کا دعویٰ کر سکے۔

آپ نے فرمایا کہ اس تمام کائنات میں الگ الگ دیوتاؤں کی کارفرمائی نہیں ہے بلکہ صرف اُسی کی حکومت ہے۔ زمین کا خدا بھی وہی ہے اور آسمان کا خدا بھی وہی ہے۔ وہ انسان ہی کا خدا نہیں بلکہ چرند، پرند، مور و مگس اور آفتاب و ماہتاب سب اسی کی مخلوق، سب اُسی کے بندے اور اسی کے محکوم ہیں۔

پیغمبر اسلام نے نوع انسان کے سامنے شخصی، خاندانی اور ملکی خدا کی بجائے رب العالمین کا تخیل پیش کیا اور فرمایا:۔
الحمد للہ رب العالمین یعنی ساری خوبیاں اس ایک خدا کی ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

توحید اسلامی کے عملی اثرات

آپ نے فرمایا ایک رب العالمین کے بندے ہونے کی حیثیت سے تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ ان کی فطرت اور پیدائش ایک ہے۔ شخصوں اور ملکوں کے نام محض شناخت کیلئے ہیں۔ خدا کی زمین تمام انسانوں کی مشترکہ جائداد ہے۔ تمام انسانوں کے پیدائشی حقوق برابر ہیں اور اگر فرق ہے تو وہ انسان کے اپنے عملوں کی بنا پر ہے۔ تمام انسان ایک ہی نظم کے تابع ہیں۔ سب کی زندگی اور موت ترقی اور تنزل اور سعادت و شقاوت کا قانون ایک ہے اور خدا نے کسی قوم کو دوسری قوم کا محکوم پیدا نہیں کیا ہے۔ پس اس کائنات میں ایک انسانی

زندگی کا سولو صرف یہ ہونا چاہیے۔ (خدا پرستی اور اطاعت الٰہی)

آپ دنیا کے سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے انسانوں کو کسی ملک، قوم، نسل، رنگ کے نام پر دعوت نہیں دی۔ آپ کی دعوت سارے انسانوں کے لئے ہے اور صرف اس حیثیت سے ہے کہ وہ سب کے سب ایک خدا کے بندے ہیں۔ اسی لئے آپ اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے کہ اے خدا کے بندو! آؤ ہم سب کے سب خدا پرستی پر جمع ہو جائیں۔ ہر ایک قوم کے مقامی اور فردی امتیازات اسے مبارک! لیکن ایک خالق کل کے غیر مشروط غلام ہونے کی حیثیت سے ہم سب اپنے آپ کو سمجھیں اور قانون خدا کی پیروی کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالمگیر دعوت کے خاص فقرے جو آپ نے تمام انسانوں کے سامنے پیش کی، صحیح صحیح الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے۔ یعنی یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔"

یہ ہے اسلامی توحید کی حقیقت جو اس کے نتائج یہ ہیں: مسئلہ اخوت نسل انسانی کامل۔ کبھی یہ خیال نہ کرو کہ اس عقیدہ توحید کے بغیر بھی بنی نوع آدم عدل و مساوات، اخوت، حریت اور آزادی کی حقیقی راہوں پر گامزن ہو سکتی ہے۔

وحدتِ نبوت

ظہور اسلام سے پہلے نبوت کی کوئی واضح تعریف انسان کو معلوم نہ تھی۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہود کے یہاں نبوت کے معنے صرف پیشگوئی کے تھے اور پیشگوئی کرنے والے تھے جس کے متعلق ان کا یقین تھا کہ انکی دعا اور بد دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ اسی بے خبری کا نتیجہ تھا کہ یہود کے ہاں حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی نبوت کا ایک دھندلا سا خاکہ موجود تھا۔ بلکہ پیغمبروں کے مقابلہ میں بعض کاہنوں کی پیغمبرانہ شان زیادہ نمایاں معلوم ہوتی تھی۔ حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کو وہ صرف بادشاہ سمجھتے تھے۔ یہی حال عیسائیوں کا تھا۔ وہ حضرت لوط پر بدکاری کا الزام لگاتے تھے۔ حضرت سلیمان کو بت پرست اور گنہگار سمجھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کے علاوہ تمام پیغمبروں کو گنہگار خیال کرتے تھے اور اسی کے ساتھ جیسا کہ انجیل کے مختلف حوالوں سے ثابت ہوتا ہے، وہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بھی بعض ایسی باتیں کہہ جاتے تھے جو ان کی شان عظمت کے سراسر منافی تھیں۔ یہود حضرت مریمؑ پر تہمت دھرتے تھے اور انجیل کے طرز سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ احکام عشرہ کے خلاف اپنی ماں کی عزت اور نماز روزہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

نبوت کا محدود تخیل

ایک دوسرا نقص یہ تھا کہ تمام قوموں نے نبوت کو ایک محدود دائرہ میں ہی گھیر رکھا تھا۔ آریہ ورت کے ہندو کہتے تھے کہ خدا کی بولی صرف ہند کے رشیوں اور منیوں نے سنی ہے اور یہ صرف ہند کے لوگوں کا ہی حق ہے۔ زردشت ایرانیوں کے علاوہ سب کو یزداں کے جلوہ نورانی سے محروم خیال کرتا تھا۔ بنی اسرائیل اپنے سوا کسی اور نبی یا رسول کی بعثت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ان دونوں چیزوں کا نتیجہ بالکل ظاہر ہے۔ تمام قومیں دوسری اقوام کے نبیوں کا احترام سے محروم تھیں۔ انہیں نبوت کا درجہ دیتی تھیں نہ نبیوں پر الزام لگاتی تھیں اور اس طرز عمل نے قومی جنگ، نفاق، نفرت و تعصب، غرور و خود ستائی کے سوا انسان کو کچھ حاصل نہ تھا۔

(نبوت کا صحیح تخیل)

ان مصائب کو ختم کرنے کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے، عرب و عجم، شام و بغداد، یورپ و چین و ارد گرد کی تخصیص دور کرتے ہوئے بتایا کہ ہر قوم اور ہر ملک میں خدا کا فضل دکھایا اور اسکی آواز سنی گئی۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ بلا تفریق و امتیاز تمام قوموں کے پیغمبروں اور رسولوں کو یکساں طور پر خدا کا سچا صادق اور راستباز تسلیم کرنا چاہیئے اور اس اعلان کے ساتھ ہی تمام پہلے اور پچھلے جھگڑے ختم کر دیئے۔ اس بارے میں قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔

(۱) اِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (۲) وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ (۳) کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔

پیغمبر اسلام نے نبوت کو ایک جامع تعریف دنیا کے سامنے پیش کی اور لوگوں کو بتایا کہ انسان کی پیدائش کی طرح نبیوں کی بعثت بھی ایک الٰہی انتظام کے تابع ہے۔ تمام نبی خدا کی طرف سے ہدایت خلق کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق خدا کے احکام بتائیں۔ وہ بھی سب گناہوں سے پاک اور وصف عصمت میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہی سند ہدایت کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا مشن ایک ہوتا ہے اور دنیا کی کوئی قوم اور کوئی ملک ان کے وجود سے خالی نہیں ہے۔ ان سب کا ماننا ضروری ہے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کے تمام ملکوں اور تمام قوموں کے نبیوں اور پیغمبروں کی عزت، عصمت اور صداقت کا بغیر شرط اعلان دنیا کی مختلف قوموں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے اور ان میں اتحاد و رواداری کی روح پھونکنے کیلئے کس قدر اہم اور ضروری قدم تھا۔

(وحدت مذہب)

پیغمبر اسلام سے پہلے کوئی قوم وحدت مذاہب کے تخیل سے واقف نہ تھی اور ہر ایک اپنی ہی کتاب کو خدا کا کلام سمجھتی تھی اور دوسری قوموں کی کتب مقدسہ کو جھٹلاتی تھی اور اسطرح ...

اور مذہبی کتابوں کے نام پر تاریخ انسان میں بے شمار جھگڑے اور فساد پیدا ہوئے۔ پیغمبر اسلام نے ان قومی، وطنی اور مذہبی تعصبات کو ختم کرنے کیلئے اس حقیقت کا اعلان فرمایا کہ تمام مذاہب حق اور ان کی مقدس کتابیں ایک ہیں۔ آپ کا استدلال یہ تھا کہ دنیا اور ان تمام قبیلوں کا سرچشمہ ہے ایک ہے۔ اور وہ تمام نبی اور رسول جو ان گروہوں کا پرچار کرنے والے ہیں اسی خدا کی شان کے مبلغ اور پرچارک ہیں۔ اس اعلان کے بعد آپ نے یہ چیز بھی اسلام کے بنیادی اصولوں میں داخل کر دی کہ کوئی شخص جو تمام پہلے نبیوں کو صادق اور پاکباز سمجھنے کے ساتھ ساتھ ان کی کتابوں کو خدا کا سچا اور سچا کلام تسلیم نہ کرے، مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام اسی ایک مذہب کا نام ہے، جو حضرت آدم سے حضرت محمد تک باری باری تمام دنیا کے نبیوں اور پیغمبروں کے ذریعہ سے اتارا گیا۔ اور انسانوں کو اس کی تعلیم دی جاتی رہی جب ایک قوم اپنی کتاب اور اس کے حکم بدل دیتی تو دوسرا نبی بھیجا جاتا۔

سوال پیدا ہوگا کہ اس قدر واضح اعلان کے بعد بھی دوسرے مذاہب کے پیروؤں نے اسلام سے اختلاف کیوں کیا؟ قرآن کہتا ہے کہ یہ مذہبی پیشواؤں کی ضد اور خود غرضی اور اصل مذہب کو بھول جانے کا نتیجہ ہے۔

دین اور شرع

موجودہ مذاہب کے اختلاف کو سلجھانے کیلئے قرآن نے ہمارے سامنے دو لفظ پیش کئے ہیں۔ ایک دین اور دوسری شرع۔ دین سے مذہب کے بنیادی اصول مراد ہیں، مثلاً خدا کی ہستی، توحید، عبادت، نبیوں کا ماننا، نیک اخلاق، اعمال کا بدلہ وغیرہ جو تمام پیغمبروں اور مقدس کتابوں کی تہ میں موجود رہے ہیں اور کسی قوم کی مقدس کتاب ان سے خالی نہیں تھی۔ ہاں تفصیل کے نقص و کمال اور پیرایہ تعلیم میں فرق ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہر ایک پیغمبر اپنے لوگوں کو ذہنی استعداد کے مطابق صفات، نبوت، عبادت، آخرت، اخلاق اور حکومت وغیرہ کا تخیل اپنی قوم کے سامنے پیش کرے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی پیغمبر ان اصولوں کی اصل اور حقیقت سے انکار کرے یا انہیں جھٹلائے۔

دوسرا لفظ شرع ہے۔ شرع سے مراد وہ جزوی اور فروعی احکام ہیں جن کی شکل و صورت ہر ایک قوم اور ملک میں وقت اور حالات کے مطابق بدلتی رہی ہے۔ مثلاً تمام مذاہب میں اصولاً یہ بات متفق ہے کہ ایک خدا کی عبادت کی جائے لیکن یہ ضروری نہیں کہ عبادت کے احکام اور ڈھنگ بھی ہر ایک مذہب میں ایک جیسے ہوں۔ ہر مذہب کی جدا ہیں۔ قربانیاں، غذا اور لباس کے قواعد، پیدائش، بیاہ اور موت کی رسمیں، مجرموں کی سزائیں وغیرہ دوسرے مذاہب سے ... اور تمام جزوی اور فروعی احکام شرع میں داخل ہیں۔

وحدتِ انسانیت

پیغمبر اسلام سے پہلے مذہبی تفریق کے علاوہ دنیا میں بے شمار تفریقیں پھیلی ہوئی تھیں بعض نسلیں بعض زبانیں مقدس سمجھی جاتی تھیں اور وہاں کے باشندے اپنے آپ کو اعلیٰ اور دوسروں کو حقیر و ذلیل خیال کرتے تھے۔ دوسرا فتنہ ذات پات کا تھا۔ بعض خاندان پیدائش کے دن ہی سے اپنے کو شریف اور پاک اور دوسروں کو نجس و ناپاک سمجھتے تھے۔ ایسی ہی ایک تفریق حکومت و سیاست کے نام پر پیدا کی گئی تھی۔ بادشاہ اپنے آپ کو خدا سمجھتے تھے اور دوسروں سے سجدے کراتے تھے۔ بعض کا دعویٰ تھا کہ ہمارے سوا کوئی دوسرا دولت و علم میں نہیں بڑھ سکتا۔ بعض مدعی تھے کہ سپاہ گری اور حکمرانی ہمارے ہی لئے مخصوص ہے اور ہمارے سوا یہ ان نعمتوں سے مستفید نہیں ہوسکتے۔ مذہبی پیشواؤں کی حالت ان سب سے بدتر تھی۔ وہ اپنے پیروؤں کو جنت کی سند لکھ دیتے تھے اور نذرانہ لے کر ان کے گناہ معاف کرتے تھے۔

بنی اسرائیل اپنے کو خدا کا کنبہ کہتے تھے۔ ہندوؤں میں برہمن خدا کے سر سے کشتری اس کے بازوؤں سے اور شودر اس کے پاؤں سے پیدا ہوتے تھے۔ اہل روم اپنے آپ کو بادشاہی کے لئے اور غیر قوموں کو غلامی کیلئے خاص سمجھتے تھے۔ عیسائیوں میں کالوں کے گرجے الگ تھے اور گوروں کے الگ۔ بعض قوموں کو سڑکوں پر چلنے کا حق حاصل نہ تھا۔ برہمنوں کے لئے قانون اور تھا اور شودروں کیلئے اور۔ سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ انسان کو اپنا درجہ اور رتبہ معلوم نہ تھا۔ اس واسطے وہ ذرا ذرا سی بات پر درختوں، دریاؤں، قبروں، بتوں اور دوسرے انسانوں کے سامنے گڑگڑاتا تھا اور ان سے اپنی حاجات چاہنے لگتا تھا۔

انسان کا درجہ

پیغمبر اسلام نے اپنی وحی کے ذریعہ سے دنیا کو یہ نکتہ سکھایا کہ انسان اس عالم خلق کی تمام مخلوقات سے زیادہ اشرف اور برتر ہے۔ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ ہے اور وہ بہترین قوا اور قابلیت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب اس کی خدمت اور فائدے کے لئے ہے۔ سب انسان خدا کے بندے، باہم بھائی بھائی اور پیدائش اور فطرت کے اعتبار سے برابر ہیں۔

اللہ نے جاہلیت کا غرور اور باپوں پر فخر کا دعویٰ باطل کر دیا۔ تم سب ایک آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے تھا۔

عرب کو عجم پر، عجم کو عرب پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر جو امتیاز تھا آج باطل ہو گیا اور اعلان ہوا۔

عرب کو عجم پر فضیلت نہیں اور نہ عجم کو عرب پر، نہ گورے کو کالے پر فضیلت ہے اور نہ کالے کو گورے پر۔

وحدت دین و دنیا

انسانی تفریق کی ایک اور بڑی بنیاد یہ تھی کہ اسلام سے پہلے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ دین اور دنیا دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ دین کا دائرہ الگ ہے اور دنیا کا الگ جب تک دنیا کو ترک نہ کیا جائے، انسان نجات نہیں پا سکتا۔ اسی اصول کی بنا پر اولاد آدم دو مستقل حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ہر ایک قوم اور مذہب کے پیرو سادھو، سنیاسی، بھکشو، پادری، راہب اور تارک کا لباس لے کر دنیا سے الگ ہو جاتے تھے۔ اور جنگلوں اور پہاڑوں میں تجرد کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہودیوں کی ایک جماعت آخرت سے منکر تھی اور دنیا ہی کو سب کچھ جانتی تھی۔ عیسائیوں نے اپنے لئے دو حکمران خدا اور قیصر مقرر کر لئے تھے اور ان کا عقیدہ تھا جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو اور جو قیصر کا ہے، وہ قیصر کو دو۔

پیغمبر اسلام نے اس تفریق کو باطل کر کے دنیا کو یہ نکتہ سمجھایا کہ بہترین اصولوں پر زندگی بسر کرنا ہی دین و دنیا کی بہبودی اور سرخروئی کا سرچشمہ ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے حقیقی دیندار اور مستحق نجات وہی ہے، جو اپنی دنیا کو اچھے اصولوں پر چلائے۔ آپ نے تعلیم دی کہ اگر انسان کا نقطۂ نظر صحیح ہو تو دین اور دنیا کا فرق مٹ جاتا ہے۔ دینی حکومت اور سلطنت جو دنیوی ترقی کی انتہا ہے۔ اگر عدل و حق پر قائم ہو تو دین ہو جاتی ہے۔ اگر مال محض اللہ کے غریبوں کی حمایت اور مصیبت زدوں کی امداد میں خرچ کیا جائے تو یہ دین ہے۔ اگر اپنے آپ کو فنا کرنا مظلوم کی حمایت و حفاظت میں ہو تو وہ شہادت ہے۔ لیکن اگر یہی حکومت اور دولت اور قدرت ظلم، خودغرضی اور فساد کیلئے ہو تو ہمیشہ ہمیشہ کی لعنت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ دین اور نجات جنگلوں میں نہیں ہے بلکہ دنیا میں رہ کر دنیا کی خدمت کرنے میں ہے اور دین اور دنیا کے علیحدہ ہوں کو ایک مرکز پر جمع کر دیا۔ یہ ہے وہ پاک بلند اور عظیم الشان تعلیم جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے تاکہ دنیا کی تمام قومیں اور ملتیں اتحاد و اخوت کی زندگی بسر کریں۔ اب یہ فرض انصاف پسند اور باضمیر لوگوں پر عائد ہے کہ وہ سر جھکا کر اس پاک اور بے لاگ سچائی کو تسلیم کریں اور نیکی اور محبت اتحاد اور اخوت کی اشاعت میں پیغمبر اسلام کا ساتھ دیں۔

مسئلہ اخوت اسلامی

اخبارات، تار، ہوائی جہاز اور سیر و سفر کی سہولتوں نے زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والے انسانوں کی زندگی میں اس قدر وابستگی پیدا کر دی ہے کہ وہ ایک خاندان کے ممبر معلوم ہوتے ہیں۔ چند سال پہلے جن قوموں اور ملکوں کو ہم اپنے سے بالکل علیحدہ سمجھتے تھے

ان کی تعلیم و تجارت اور صنعت و زراعت کے مسائل اب بالکل داخلی اور مقامی مسائل کی طرح
سارے حالات پر اثر ڈال رہے ہیں۔ ایسے زمانے میں انسان کی مستقل خوشحالی اور ترقی کا تقاضا
اس بات کا ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں باہمی ہمدردی اور محبت موجود ہو کہ گویا کہ وہ ایک ہی گھر کے
ممبر ہیں۔

لیکن حالت اس کے خلاف ہے۔ ریل، تار، ہوائی جہاز، وغیرہ کے ذریعہ جارے
ہم جس قدر ایک دوسرے سے قریب ہوتے گئے ہیں، اغراض و مفاد کے اعتبار سے ہماری
دوریاں اور رقابتیں اسی قدر زیادہ اختلاف بڑھ گیا ہے اور اب انسان ایک ایسی روحانی
سائنس کا محتاج ہے جو اقوام عالم کے دلوں میں ان کے جسموں کی طرح ایک سچا اتحاد پیدا
کر دے یا یوں کہو کہ اب انسانی زندگی کا حقیقی مسئلہ یہ ہے کہ اقوام عالم میں ایسا روحانی اتحاد
پیدا کیا جائے جو انسانیت کے خونخوار اور جنگ آزما گروہوں کو ایک حقیقی برادری کی
صورت میں تبدیل کر دے۔

اسلام سے پہلے اقوام عالم کے تعلقات کی کیا حالت تھی؟ کسی کو یہ احساس
نہ تھا کہ تمام اقوام عالم، بحیثیت مجموعی ایک شے ہے۔ خاندان، رنگ، نسل، وطنیت،
حکومت، تعلیم اور مذہب ہر چیز ایک قوم کو دوسری سے جدا کر رہی تھی۔ یہودی اور
عیسائی ایک میز پر بیٹھ کر کھانا نہ کھا سکتے تھے۔ برہمن، شودروں کو اپنا پیدائشی غلام خیال کرتے تھے
عجمی، عربوں کو اور عرب عجمیوں کو حقیر و ناچیز سمجھتے تھے۔ عیسائی لوگ اپنے سوا کسی اور قوم کے وجود
ہی کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ آرین اپنے کروڑوں ہم وطنوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انھیں
چھو لینے سے انسان ناپاک ہو جاتا ہے۔ دنیا کی تمام بڑی قومیں اپنے ہی وطن، خاندان اور
مذہب کو مقدس سمجھتی تھیں اور دوسری قوموں سے روٹھی تھیں۔ راہبوں اور پنڈتوں کی مرضی قانون
کا درجہ رکھتی تھیں اور برہمنوں کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ شودر کے کان میں وید کی آواز پہنچے۔

ہمارے زمانے میں انسانی دماغ کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ اقوام عالم
کو ایک متحدہ اور مربوط اخوت کا لباس پہنایا جائے۔ خادمان انسانیت کہیں رنگ اور زبان کے
نام پر اقوام عالم کو متحد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہیں ذات اور نسل کے نام پر، اور کہیں سلطنت
اور وطن کے نام پر۔ مگر ایک مشترکہ برادری پیدا ہونے کے بجائے ہر جگہ وطنوں، نسلوں، زبانوں،
سلطنتوں اور رنگوں کی جنگ شروع ہو رہی ہے۔ جمعیت الاقوام کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ
اس کے ذریعے ایسی متحدہ فضا اور بین الاقوامی ذہنیت پیدا ہو جس کی مدد سے ہم دوسری قوموں
اور دوسرے ملکوں کے لوگوں کو سمجھ سکیں اور انہیں متحد کر سکیں۔ لیکن دلوں کے ایک نہ ہونے کے
باعث لیگ اقوام میں بھی زبردست گروہوں کو کھا جانے کی فکر میں ہیں۔ بعض لوگ اس
نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وطن، نسل اور زبان کی قسم کا کوئی مادی رشتہ مختلف قوموں کو ایک مرکز پر جمع
نہیں کر سکتا۔ اس لئے انھوں نے نئی "غیر مادی مجلس" پیدا کئے ہیں۔ اور وہ انسانیت فروزی

سوشلزم اور بالشوازم کے نام پر اقوام عالم کو ایک مرکز پر جمع کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ لیکن ان کوششوں سے بھی مزدور اور پونجی والوں کے دشمن ہو رہے ہیں۔ کسانوں کی زمینداروں سے نفرت بڑھ رہی ہے اور انسان کا ایک حصہ دوسرے حصے سے متنفر ہو رہا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر نبی اس دنیا میں آئے وہ سب کے سب اخوت انسانی کے داعی تھے۔ لیکن چونکہ وہ خاص خاص قوموں کے لیے آئے تھے اور محدود دفتوں کیلئے آئے تھے۔ اس واسطے وہ اقوام عالم کو اخوت عامہ کے راستہ پر نہ ڈال سکے حضرت عیسٰی ؑ ترقی یافتہ دنیا کے نبی تھے۔ لیکن وہ خود ہی فرمایا کرتے تھے کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ انہوں نے بنی نوع انسان کیلئے اخوت اور محبت کا کوئی ایسا عالمگیر سانچہ مہیا نہ کیا جس میں مختلف قوموں کے لوگ داخل ہونے اور صحیح معنوں میں ایک متحدہ قوم بن جاتے۔ چنانچہ آج بھی دنیا میں کہیں متحدہ عیسائی قومیت موجود نہیں ہے عیسائی دنیا جس چیز کا نام ہے۔ وہ جدا جدا قومیں اور الگ الگ سلطنتیں ہیں وہ قومی الجھنوں سے نکلنا چاہتی ہیں اور بڑی بیقراری سے ایک متحدہ یورپ اور متحدہ عیسائی قومیت کی آرزومند ہیں۔ مگر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اسلام اور اتحاد اقوام

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کے سب سے پہلے اور سب سے آخری عالمگیر نبی اور بین الاقوامی رسول ہیں۔ انسان کا "قومی مذہب" اسلام ہے اور دنیا کا بین الاقوامی قانون اسلام ہے۔ ان دعوؤں کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل کلام کا اپنا نظام ہے اور حضرت محمد صلی اللہ وسلم کی سیرت و اخلاق کے وہ کارنامے ہیں جو ایک معجزانہ اور ناقابل انکار عمل کی صورت میں دنیا کے سامنے موجود ہیں۔

دیکھو غیر مسلم دنیا صدیوں سے انسانیت کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو ایک متحدہ قومیت کے سانچے میں ڈھال رہی ہے اور ناکام ہے۔ مگر اسلام، اس نے کروڑہا آدمیوں کو اپنے آغوش میں لیا اور نسل، وخون کی تفریق ملک و مقام کے اختلاف مادری غیر مادری کے امتیاز، فاتح و مفتوح کے فرق اور رنگتوں کے اختلاف کے باوجود ایک قوم بنا دیا۔ اس کے آغوش میں تمام ملکوں وملتوں کے اکابر اور تمام قوموں اور مذہبوں کے پیرو نہایت ہی کثرت سے آئے اور ایک ہو گئے۔ ورقہ بن نوفل (عیسائی) عثمان ابن طلحہ (ابراہیمی) عبد اللہ ابن سلام (یہودی) بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان پارسی، عداس نینوائی، قومیت، وطنیت اور مذہب کے اختلافات کے ساتھ آئے اور رنگ نادر عرب کے بدوؤں میں شامل ہو کر اسلامی قومیت میں اس طرح جذب ہو گئے کہ تمدنی بیرنگ ان کے اختلافوں نے اتحاد اسلامی پر اثر نہ ڈالا۔ ہندوستان کے جنیوں

ہندوؤں، اچھوتوں، اور برہمنوں میں برسہا برس کی یکجائی کے باوجود بھی قومی روح پیدا نہ ہو سکی مگر انہی اقوام کے افراد جب مسلمان ہو جاتے ہیں تو ذات پات کی تفریق اور چھوت چھات کے اختلاف کو مٹا کر ایک قوم بن جاتے ہیں۔ عرب، ایران، افغانستان، مصر ہر جگہ یہی حالت ہے۔ اسلام جس ملک میں گیا ہے، اس نے وہاں کی نسلی، لسانی اور وطنی قومیتوں کو دبا دیا ہے اور اپنی قومیت پیدا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان آج زمین کے گوشے گوشے میں آباد ہیں۔ ایک دوسرے کے حال سے بے خبر ہیں۔ ان میں کوئی مادی تعلق موجود نہیں ہے تاہم انہیں ہر جگہ وہ روح اتحاد موجود ہے۔ جو ایک متحدہ قوم کے افراد میں پائی جانی چاہئے اور یہ ایک ایسی ناقابلِ انکار حقیقت ہے جس سے کوئی باخبر آدمی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔

پروفیسر گوبنے لکھتے ہیں۔ (دی سیاورلڈ آف ڈے) صفحہ نمبر ۸۰:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی نئے دین کے مدعی نہ تھے اور عیسائیت اگرچہ اسلام سے پہلے ہی یونانیوں اور یہودیوں، وحشیوں اور سیتھیوں، غلام اور آزاد کی تفریق مٹا چکی تھی لیکن پیغمبر اسلام نے جس جمعیۃ الاقوام کی بنیاد ڈالی، اس نے قوموں کے اتحاد اور انسانوں کی اخوت کو ایسی وسیع بنیادوں پر قائم کر دیا جس سے دوسری اقوام کو شرمندہ ہونا چاہیے۔ آج سفید فام عیسائیوں کے گرجوں میں سیاہ فام عیسائی کا داخل ہونا ممنوع ہے۔ ایک عیسائی مشنری کا اس لئے بائیکاٹ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک حبشی عورت سے شادی کر لیتا ہے۔ لوگوں کو زندہ جلایا جاتا ہے اور اسی قسم کی بے شمار چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور اس سے عیسائی سوسائٹی کی پست حالت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمعیۃ الاقوام کے تخیل کی طرف جس طریق سے مسلمان اقوام نے پیش قدمی کی ہے، اس سے بہتر مثال دوسری اقوام پیش نہیں کر سکتیں۔"

مسٹر ایچ جی ویلز فرماتے ہیں (آؤٹ لائن آف ہسٹری)

"اسلام نے خدا کی نظروں میں تمام بنی نوع انسان کی برابری اور مسلمانوں کی اندرونی اخوت پر بلا لحاظ رنگ، نسل، اور درجے کے بہت زور دیا ہے اور یہ اصول اسلام کی طاقت اور قوت کا سرچشمہ ہے۔"

اسلام ایک محیر العقول ولولہ انگیز طاقت ہے، جو زبان، قومیت، وطنیت، طبیعت اور مزاج کے اختلافات کے باوجود اپنے حلقہ بگوشوں کو ایک کر دیتی ہے۔"

ابھی پچھلے دنوں یورپ کے سب سے بڑے ادیب اور فلاسفر برنارڈ شا نے بھی خیال ظاہر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ آپ دنیا کے کسی حصہ میں کسی شخص سے سوال کریں کہ آپ کون ہیں؟ کوئی کہے گا انگریز، کوئی کہیگا جاپانی، کوئی کہیگا امریکن، لیکن مسلمان

وہ ترک ہوں یا عرب، ہندی ہوں یا ایرانی کبھی اپنے اپنے ملکوں کا نام نہ لیں گے بلکہ
اپنے آپ کو صرف مسلمان کہیں گے۔

اس نکتہ سے ثابت ہے کہ اسلامی تعلیم نے کیسی کامیابی کیساتھ خلق خدا کے
علیحدگی کے جذبات کو مٹا کر انہیں ایک متحدہ قومیت کی عملی روح پھونکی ہے۔ اسی
سلسلے میں آگے چلکر مسٹر شا نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ایک سو سال تک تمام یورپ عموماً
اور انگلستان خصوصاً ایسا مذہب قبول کریں گے جو یا تو اسلام ہوگا یا اسلام جیسا۔

ان اقتباسات و بیانات سے کوبی ثابت ہوگیا کہ اسلامی نظام ہی ایک
ایسا نظام ہے جو مختلف قوموں کو ایک متحدہ قومیت کی شکل دینے میں ایک بہترین
بین الاقوامی سانچہ ثابت ہوا ہے اور مسلمانوں کی قوم ہی ایک بہترین قوم ہے جو
اس دنیا میں انسانی اخوت اور بین الاقوامی قومیت کی ایک بہترین مثال قرار پا سکتی
ہے۔

اسلام کا دستور اخوت

اسلام کے تمام خط و خال سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ تمام انسانوں کا متحدہ
دین ہے اس کے احکام و عقائد میں ایک ایسی عالمگیری موجود ہے جو ہر قدم پر اقوام
عالم کیلئے ایک متحدہ اخوت کا پیغام بن جاتی ہے۔

اسلام کا خدا ربّ العالمین ہے یعنی تمام اقوام عالم کو پالنے والا
اسلام کا رسول رحمت للعالمین ہے یعنی اقوام عالم کیلئے رحمت
اسلام کی کتاب ذکری للعالمین ہے یعنی تمام اقوام عالم کیلئے نصیحت
اسلام کا وطن کوئی خاص قطعہ زمین نہیں بلکہ یہ ساری کائنات
اسکا وطن ہے۔

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اقوام عالم کا اسلام کی طرف کھنچے چلے آنا کوئی اتفاقیہ واقعہ نہیں، یہ فطرت
اسلام کی وسعت کا نتیجہ ہے۔ اسلام کے قانون اخوت کی یہ حیرت انگیز قوت ہی ہے کہ
وہ دوسری اقوام کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ہمیشہ کیلئے اپنا بنا لیتی ہے اسلام کے قانون اخوت
میں دفعات ذیل موجود ہیں:۔

(۱) تمام انسانی دنیا ایک امت ہے۔ تمام انسان ایک فطرت پر
پیدا کئے گئے ہیں۔ تمام کائنات ایک قانون کے تابع ہے
اور زمین و آسمان میں جو کچھ بنایا گیا ہے سب انسان کے
فائدے کیلئے ہے۔ انسان کی بھلائی کا راز یہ ہے کہ وہ
قانون الٰہی کی اطاعت کرے۔ اطاعت و نافرمانی کی
جزا و سزا میں سب انسان برابر ہیں۔ یہ سب احکام

قرآن میں موجود ہیں۔

(۲) قرآن میں ہے کہ انسانی اختلافات کا ایک حصہ رنگ، نسل، زبان وغیرہ بالکل قدرتی ہے۔ یہ اختلافات قدرت خداوندی کا نشان ہے ذاتیں اور قبیلے صرف ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں۔ اللہ کے نزدیک انسان کی بڑائی کا معیار تقوےٰ ہے، ان احکام کے ذریعہ اسلام نے یہ کوشش کی ہے کہ ذات خاندان، زبان اور نسل کے نام پر انسان الگ الگ جھتے قائم نہ کریں۔

(۳)۔ قرآن میں ہے کہ دنیا کی ہر ایک قوم میں خدا کے نبی آئے ہیں۔ ولکل امۃ رسول۔ یہ نبی ایک ہی جماعت کے افراد اور ایک ہی سلسلہ ہدایت کی مختلف کڑیاں تھے اور اصولی طور پر ایک ہی تعلیم لائے تھے، اس لئے ان کے نام پر انسان کو جدا جدا نہیں ہونا چاہئے۔

(۴)۔ قرآن میں تاکیدی حکم ہے کہ تمام گزشتہ نبیوں اور کتابوں کا احترام کرنا اور ان کی صداقت پر ایمان لانا ضروری ہے

(۵)۔ قرآن میں لکھا ہے کہ تمام مذاہب کے عبادت خانوں کا احترام حفاظت کی جائے اور ان میں ہر قوم کو خدا کی عبادت کا حق حاصل ہو۔

(۶)۔ قرآن کا ایک حکم یہ ہے کہ ان تمام کاموں میں جن کی بنیاد نیکی اور تقویٰ پر ہے تمام انسانوں کو ایک دوسرے کی امداد کرنی چاہئے

(۷)۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے اچھی زندگی یہ ہے کہ انسان خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے خدا کے نزدیک سب سے بہتر وہی ہے، جو اس کی مخلوق کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔

(۸)۔ فقیر، مسکین، مسافر اور قرضدار کی فلاح اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ہر مسلمان کو لازمی طور پر اپنے ترقی کرنے والے اموال کا چالیسواں حصہ ہر سال خرچ کرنا چاہیئے۔

"اسلامی اخوت پر ایک نظر"

یہ ہے اسلام کا دستورِ اخوت ۔ آپ غور کریں کہ جو قوم خدا کی پرورش، فرمانِ رسول کی محبت اور قرآن کی نصیحت میں تمام اقوامِ عالم کو شریک سمجھتی ہو، جسے یہ حکم ہو کہ اولادِ آدم کو اپنے ہم وطنوں اور بھائیوں کی طرح پیار کرے ۔ حکمِ قرآنی کے مطابق انسانی اخوت و مساوات کی قائل ہو، وطنوں کے اختلاف کو اپنی رواداری اور عالمگیر اخوت کی نظر سے دیکھے، تمام نبیوں، تمام کتابوں اور تمام مذاہب کے عبادت خانوں کی عزت کو جزوِ ایمان سمجھے، ہر ایک نیکی میں دوسروں کی امداد پر کمر بستہ رہے اور یہ سب اصول اس کی زندگی کا شعار ہوں اس کے قانون کا جزو ہوں، کون ہے جو اس کے دائرہ محبت سے الگ ہو سکے؟ بہت سے لوگ اسلام کی اشاعت و فتوحات کی تیزی پر تعجب کرتے ہیں ۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس قوم کی دماغی اور روحانی وسعتوں کا یہ عالم ہو اگر وہ نصف صدی میں نصف دنیا پر چھا گئی تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے ۔؟

اسلام کے دستورِ اخوت سے اس کی وسعت و قبولیت کا راز ظاہر ہے ۔ دوسرے مذاہب نے اپنے اپنے وجود کو اس خیال پر قائم کیا ہے کہ ان کے مخصوص مذہب کے سوا باقی تمام مذاہب اور ان کے بزرگ غلطی پر ہیں ۔ یہ نا قابلِ توجہ ہیں ۔ مگر اسلام نے اپنے وجود کو تمام نبیوں تمام مذہبوں اور تمام آسمانی کتابوں کی صداقت کی تصدیق پر جو وہ اپنے اندر رکھتے تھے، قائم کیا ہے ایک یہودی کہتا ہے ۔

"حضرت موسےٰؑ کے سوا سب کو چھوڑ دو"

مگر ایک مسلمان کہتا ہے ۔

"حضرت محمدؐ کے ساتھ سب نبیوں اور سب کتابوں کو شامل کر لو اور ایک ہو جاؤ"

اب ایک غیرت مند ہندو یا عیسائی کس کو قبول کریگا؟ ایک یہودی کو جو اس کے دل سے تاریخ اور مذاہب کی بعض پہلی محبتوں کو نکالتا ہے یا ایک مسلمان کو جو پہلی محبتوں کو قائم رکھتا ہے اور ان کے ساتھ ایک نئی محبت کو شامل کرتا ہے ۔

پھر اسلام نے نبیوں کی تحقیق اور تشخیص کے معاملے کو بھی محدود نہیں کیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہی حضرات نبی ہیں جن کے ناموں کا ذکر قرآن میں آیا ہے بلکہ قرآن میں صاف صاف یہ آیت موجود ہے ۔

"کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو"

ایک حدیث میں نبیوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) بیان کی گئی ہے اسلام نے ان سب کی تصدیق و احترام کو ضروری قرار دیکر اپنے دائرہ اتحاد کو خدا تعالیٰ کی تمام مخلوق تک وسیع کر دیا ہے اور اپنے احترام و حق پسندی اور اخوت و رواداری کے بازوؤں کو اتنا پھیلا دیا ہے کہ دنیا کی تمام قومیں اور تمام مذاہب اس کے آغوش میں آ گئے ہیں۔

اسلام ——— ساری دنیا کا مذہب ہو سکتا ہے

جے پرکاش کا ضمیرِ انسانیت کو خراج

ربیع الاول کا مبارک مہینہ طلوع ہوا دنیا بھر کے مسلمانوں نے پیغمبر اعظم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کیا۔ تاریخ کی وہ ایمانی طاقتیں جو ساڑھے تیرہ سو سال کی بعید مسافت سے انسانیت کو روحانی ترقی اور مادی خوشحالی کی طرف بلا رہی ہیں تاریخ کی گہرائی سے ابھر کر زندگی کی سطح پر نمودار ہوئیں۔ زمین کے ہر گوشے سے ایمان و یقین کے چشمے ابلنے لگے۔ سیرۃ النبیؐ کے جلسوں نے کروڑوں انسانوں کو اپنی طرف بلایا۔ مسلمانوں نے اپنا فرض پورا کیا۔ انسانیت کے رہنماؤں نے اپنی عقیدت کا بند دروازہ کھول دیا۔ حکمرانوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا۔ عوام نے میلاد النبیؐ کے اجتماع میں حاضری اور تقریر کا شرف حاصل کیا۔ ہمارے سامنے تقریروں کا ریکارڈ موجود ہے۔ ہر تقریر کے الفاظ کانوں میں گونج رہے ہیں لیکن وہ تقریر جو ان تمام تقریروں میں شہ پارے کی حیثیت رکھتی ہے وہ سوشلسٹ پارٹی کے لیڈر ساتھی جے پرکاش نرائن کی تقریر ہے یہ تقریر دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا تحفہ ہے جو اس سال پیش کیا گیا ہے۔ ساتھی جے پرکاش نے پٹنہ میڈیکل کالج کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے واقعات کے سمندر میں ڈوب کر گہرائی سے ایک قیمتی موتی نکالا اور اسے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ انھوں نے سچائی سے بھرپور الفاظ میں کہا:۔

"اگر آج دنیا بھر کے مسلمان غفلت کے پردے چاک کر کے کھلے میدان میں آئیں اور اسلام کے اصولوں پر عمل کریں تو ساری دنیا کا مذہب اسلام ہو سکتا ہے"۔

صحرائے عرب میں جو ہیرا چمکا تھا اس نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ آج اس کے چمکتے دمکتے اصولوں پر گرد و غبار جم گیا ہے۔ اگر اس گرد و غبار کو دور کر دیا جائے تو وہ اپنی چمک دمک سے سارے عالم کو مسحور کر سکتا ہے اور ساری دنیا اس کے سامنے اپنی آنکھیں جھکا دے سکتی ہے"۔

سالگی سے پرکاش کے الفاظ اس قابل ہیں کہ انھیں سورج کی کرنوں سے سنہرے حروف میں لکھا جائے۔ یہ الفاظ ہماری تاریخ میں نئے نہیں ہیں مگر انھیں اسلامی زندگی کے ایک ایسے موڑ پر پیش کیا گیا ہے جہاں ہمارے عروج و زوال کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اس لئے ان کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہو جاتی ہے

جے پرکاش نے پیغمبر انسانیت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں زبردست ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے جہاں یہ بات حقیقت ہے وہاں یہ بات بھی سچائی پر مبنی ہے کہ جے پرکاش صاحب نے دنیا بھر کے مسلمانوں پر ایک بہت بڑا طنز کر کے انھیں ان کی زندگی کے سب سے اہم انسانی فرض کو یاد دلایا ہے جے پرکاش صاحب نے کوئی نئی بات نہیں فرمائی بلکہ انھوں نے ایک نئے زمانے میں اور نئے انداز میں اسلامی اصولوں کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ رسالت کے ظہور قدسی سے کچھ پہلے شام کے عیسائیوں کے پاپائے اعظم بحیرا راہب نے کہا تھا کہ محمد دنیا بھر کے انسانوں کے سردار ہوں گے۔ یہ پرانے زمانے کی بات ہے ہمارے زمانہ میں جرمن فلسفی گوئٹے اسلامی اصولوں کا مطالعہ کرنے کے بعد چلا اٹھا۔

"اگر یہی اسلام ہے تو کیا ہم سب مسلمان نہیں ہیں؟" روسی فلاسفر موسیو ٹالسٹائی نے جب اسلامی اصولوں کا مطالعہ کیا تو انھوں نے "پیغمبر محمد" کتاب لکھی اور اسلام کو انسانیت کی معراج قرار دیا۔ امریکن مورخ ڈاکٹر ایس، پی اسکاٹ اسلامی اندلس کی تمدنی تاریخ لکھتے لکھتے وجد میں آگئے انھوں نے اسلامی اصولوں پر صفحات کے صفحات رنگ ڈالے اور جب ان کا قلم لکھتے لکھتے رکا تو ان کے آخری جملے یہ تھے۔

"اللہ اکبر! اگر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم دنیائے انسانیت کے پیغمبر نہیں تھے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی پیغمبر ہی نہیں آیا۔"

ڈاکٹر اسکاٹ نے الفاظ کے انتخاب میں انتہا کر دی۔ ان کا خیال یہاں تک تھا کہ دنیا بھر کے پیغمبروں کو ماننے سے پہلے حضور اکرمؐ کو پیغمبر ماننا تمام عالم انسانیت کے لئے ضروری ہے۔"

جارج برنارڈ شا اس عہد کے سب سے بڑے ادیب تھے جنھوں نے اسلام کے عوامی، شورائی اور جمہوری اصولوں سے متاثر ہو کر علی الاعلان کہا۔

"آنے والے سو سال میں ساری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا۔ مگر یہ موجودہ زمانے کے مسلمانوں کا اسلام نہیں ہوگا بلکہ وہ اسلام ہوگا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دلوں، دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا۔"

جارج برنارڈ شا آخری آدمی نہیں تھے جنھوں نے اسلام کو کھلے طور پر دنیا کے عوام کا مذہب
کہا بلکہ اس سلسلہ کے آخری آدمی مشہور کمیونسٹ لیڈر مسٹر ایم۔ این رائے ہیں جنھوں نے
اپنی تصنیف میں یہ وضاحت کی کہ "اگر کمیونسٹوں کا مذہبی ضمیر کبھی بیدار ہوا تو ان کا مذہب
اسلام کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا۔"

دنیا کے ان تمام بڑے لوگوں میں جے پرکاش ایک نئی شخصیت ہیں جنھوں نے تمام
تعصبات سے بلند ہو کر یہ اعلان کیا ہے کہ اگر تمام مسلمان اسلام کے چمکتے چہرے پر
گرد و غبار کا غلاف اتار دیں اور اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے لگیں تو ساری دنیا کا
مذہب اسلام ہو سکتا ہے*۔

جے پرکاش نے ان الفاظ میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام خدا کا آخری الہام ہے
اگر اس زمانے کے مسلمان جو رسم و رواج کے نام پر اسلام کا راستہ روکے کھڑے ہیں
ہٹ جائیں تو ساری دنیا کے انسان اسلام کی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائیں گے
ہم مسلمانوں کے لئے یہ بات جتنی عبرتناک ہے اسی قدر شرمناک بھی۔ جے پرکاش
نے مسلمانوں کے سوتے ضمیر پر ایک زبردست ضرب رسید کی۔ ہم جے پرکاش کا
شکریہ ادا کرنے کے لئے اور کچھ نہیں کہہ سکتے تو یہ کہہ سکتے ہیں سے

کون ہوں کیا ہوں کہاں ہوں سب حقیقت کھل گئی
تو نے وہ ٹھوکر لگائی چشم ملت کھل گئی

دنیا نے ہم مسلمانوں کی ننگی تلواروں کو دیکھ کر یہ الزام لگایا ہے کہ اسلام تلوار سے
پھیلا ہے مگر جے پرکاش کے بیان نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ آج بھی جبکہ اسلام کی تلوار
ٹوٹ چکی ہے اس کی روحانیت ایک زندہ عنصر کی حیثیت سے کائنات کے ضمیر کو فتح
کر سکتی ہے۔ ساتھ ہی جے پرکاش نے یہ کہہ کر اس دور کے مسلمانوں پر کتنا بڑا طنز کیا ہے

"عجیب بات ہے کہ مسلمان نماز روزہ بھی رکھتے ہیں مگر جھوٹ
بھی بولتے ہیں، چوری بھی کرتے ہیں اور دنیا بھر کی برائیاں کرنے کے
باوجود مسلمان رہنے کے مدعی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نماز
اور روزہ رسمی طور پر ادا کرتے ہیں اس کی صحیح حقیقت کو نہیں سمجھتے"

ان الفاظ کو ایمان و یقین کی راہ سے دیکھنے کے بعد ہم میں سے ہر مسلمان
کو اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہئے۔ ہمارے مسلمان ہونے کا معیار یہ نہیں کہ ہم اصل اور
نسل سے مسلمان ہیں بلکہ صحیح معیار یہ ہے کہ ہماری زندگی اسلام کے اصولوں سے کتنی
مطابقت ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے اور قرآن سے سوال کرنا چاہئے کہ اسلام کے معنی کیا ہیں
اسلام کے معنی حکم برداری، حکم ماننا، جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور یہ
اللہ کے رسول کا تو اس کو ماننا بے چون و چرا ماننا۔ فوراً ماننا ایک منٹ ضائع کئے بغیر

ماننا۔ امن کا زمانہ ہو یا جنگ کا، مصیبت کا زمانہ ہو یا راحت کا۔ جب ایک حکم دیا جائے تو اس کی تعمیل کی جائے۔ اسلام نے مسلمانوں کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ہر اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور دنیا ان کے اعلیٰ کیرکٹر کو نمونہ سمجھتی ہے۔ اگر ہم قرآن و حدیث کے احکام ایک طرف رکھیں اور اپنی زندگی کے اعمال، طور طریقے، رسم و رواج اور بدترین بدعات کو دوسری طرف تو معلوم ہوگا کہ دنیا اسلام کے اصولوں کو قبول کرنا چاہتی ہے اور ہم اس کا راستہ روکے کھڑے ہیں۔ اس پر یہ دعوےٰ کہ ہم میں سے ہر ایک مسلمان ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی مغفرت کا امیدوار نظر آتا ہے۔ کیا ہم اپنے اس طرز عمل میں حق بجانب ہیں۔ (جمہوریت بمبئی)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی:۔

پیغمبروں کی آمد بند کیوں ہوگئی؟

پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ کیوں بند ہوگیا؟
کیا انسانی شعور کو آج ان کی ضرورت باقی نہیں رہی؟
اور کیا ضرورت رہتے اور نہ رہنے دونوں صورتوں میں قوموں کا ذہن ایک ہی طرح کا کام نہیں کرتا رہا؟
(پچھلی قوموں میں پیغمبروں کے متعلق جو درد گداز قلب پیدا کیا جا سکا اور نہ آج ہے) کیا پیغمبروں کا سلسلہ بند ہو جانا خدائے تعالےٰ کے غضب کا نتیجہ ہے یا رحمت کا؟
اور کیا وہ انسانیت جو پیغمبروں سے آخر بھی درست نہ ہو سکی بغیر پیغمبروں کے درست ہو جائیگی؟
اگر ایسا ہے تو پھر آج مذہب کی بھی کیا ضرورت ہے؟

"یہ ہیں وہ چند سوالات جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے تحریری طور پر پوچھے گئے تھے جن کا جواب مودودی صاحب نے ۱۹ جون سنہ ۱۹۴۲ء کو دارالاسلام پٹھانکوٹ سے مرحمت فرمایا تھا۔ اس سے قبل ان کی اشاعت کا مناسب موقعہ نہ مل سکا اس لئے اس نمبر میں ان سوالات اور ان کے جواب کو پیش کیا جا رہا ہے۔
ایڈیٹر

"جو لوگ ختم نبوت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ انسانی شعور کو اس کی ضرورت نہیں رہی تو وہ دراصل سلسلۂ نبوت کی توہین اور اس پر حملہ کرتے ہیں۔ اس تعبیر کے معنی یہ ہیں کہ معرفتِ شعور نے

کی حالت میں اس ہدایت کی ضرورت ہے جو نبی لاتے ہیں، اور شعور حاصل ہونے کے بعد انسان نبوت کی رہنمائی سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نبوت محض ایک اعزازی (Decorative) اور زرا افعالی منصب نہیں ہے کہ جو بہت زیادہ نیکی کرے اس کو نبی کا خطاب دیدیا جائے بلکہ یہ ایک خاص خدمت ہے جس پر کوئی شخص اسوقت مامور کیا جاتا ہے جبکہ اس کی ضرورت ہو۔

جب تک انسانی تمدن اس حد پر نہیں پہونچا تھا کہ کسی نبی کا پیغام عام ہو سکے اور انسانوں کی کوئی ایسی امت تیار نہ ہو سکی تھی کہ نبی کا پیغام اور اس کی تعلیم اور اس کے اسوۂ حسنہ کو محفوظ رکھ سکے اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسے پھیلا سکے۔ اسوقت تک سلسلۂ نبوت جاری رہا اور مختلف قوموں اور ملکوں میں نبی بھیجے جاتے رہے مگر جب ایک طرف تو تمدن اس حد تک ترقی کر گیا کہ ایک نبی کا پیغام عالمگیر بن سکتا تھا اور دوسری طرف ہدایت حق قبول کرنے والوں کی ایک ایسی امت بھی بن گئی جو کتاب الٰہی کو اور کتاب لانے والے کی سیرت اور اس کی مکمل رہنمائی کو جوں کی توں محفوظ رکھنے کے قابل تھی تو نبوت کی خدمت پر کسی مزید آدمی کو مامور کرنے کی حاجت باقی نہ رہی۔

بقلم نعیم صدیقی
(بایمائے سید ابوالاعلیٰ مودودی مدظلہ)

پیغمبر اسلام کا پیغام امن!

(ایک محقق فاضل یورپین کے قلم سے)

آج دنیا میں پیغمبر اسلام کے پیروؤں کی تعداد ۲۰ کروڑ سے زیادہ ہے۔ ان میں سے برطانیہ کی بہت سی رعایا ہیں اور سلطنت برطانیہ کے اندر رہتے ہیں۔ حضرت محمدؐ حضرت عیسیٰؑ کے پانچ سو برس کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ وہ سینٹ آگسٹائن کے معاصر تھے اور یہ

سینٹ آگسٹائن وہ تھے جنہوں نے مسیحی مذہب کو انگلستان پہنچایا۔ یہ ایک قابل ذکر واقعہ ہے کہ دنیا کے تمام بڑے مذہبی پیشوا مشرقی ایشیا میں پیدا ہوئے۔ حضرت محمدؐ بھی انہیں میں سے تھے وہ مکہ میں پیدا ہوئے تھے وہ ان عربوں میں پیدا ہوئے تھے جو سورج ستاروں اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر چالیس سال کے قریب پہنچی تو ان کو الہام ہونے لگے۔ انہی الہاموں کے دوران میں ان کو معلوم ہوا کہ صرف ایک خدا ہے۔ یہیں سے قرآن پاک کی تدوین کا سلسلہ شروع ہوا جو مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے۔

آج محمدؐ کے پیرو جس کلمہ کے ذریعہ اپنے جس عقیدے کا اعلان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ کوئی نہیں ہے سوائے اللہ کے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ حضرت محمدؐ نے اپنی قوم کے لوگوں کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ صرف ایک خدا ہے جو ہر چیز کا خالق ہے مگر ان کی قوم کے لوگ ان کی اس تعلیم پر برہم ہوئے چنانچہ ان کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا اور مدینہ میں پناہ لینی پڑی۔ مدینہ میں ان کے پیرو ان کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے جرأت کے ساتھ ظالموں کا مقابلہ کیا۔ ان سے لڑے اور ان کو شکست دی۔ اگرچہ محمدؐ ایک زبردست جنگ آزما تھے۔ تاہم وہ امن اور امان کے دلدادہ تھے ان کا مستحکم عقیدہ تھا کہ دنیا کے لئے بہترین نعمت امن ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے پیروؤں کو آپس میں تبادلہ جذبات کا یہ طریقہ سکھایا جس کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہو۔ السلام علیکم

آج دنیا امن کیلئے چیخ رہی ہے۔ دنیائے انسانیت کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ان کو امن و امان حاصل ہو تاکہ وہ بے خوف و خطر زندگی بسر کریں۔ لیکن اس کے باوجود جب افق جنگ کے بادلوں سے تیرہ و تاریک ہو رہا ہے تو اسی زور و شور کے ساتھ اسلحہ بندیوں پر مصروف ہیں کہ اس سے قبل اس زور و شور کے ساتھ انھوں نے اسلحہ بندیاں نہیں کی تھیں۔ ہم نے حال ہی میں وہ دردناک منظر دیکھا ہے کہ یورپ کی ایک طاقتور قوم نے افریقہ کی چھوٹی سی قوم کے خلاف ایک بے رحمانہ اور بے جگرانہ جنگ کی۔ سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کا انجام کیا ہوگا۔ یہ وہ سوال ہے کہ ہر صاحب فکر کے ذہن میں آ رہا ہے۔ یہ تہذیب جس کی ہم اسقدر تعریفیں کیا کرتے ہیں جو ایک طویل مدت میں تعمیر ہوا کرتی ہے وہ تحلیل ہو رہی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ یہ موج جو عالم انسانیت سے ٹکرا رہی اور دنیا کی ہر چیز کو بہائے جانے اور تباہ کرنے کی دھمکیاں دے رہی ہے اسکو روکنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے۔

میں نوجوانان اسلام سے اپیل کروں گا کہ وہ اس امن و امان کی تبلیغ کریں جس کی تعلیم ان کے پیغمبر نے ان کو دی تھی اور اپنی زندگی اور زندگی کے اعمال میں بھی اسی امن و امان کو شمع ہدایت بنائیں۔ میں جانتا ہوں کہ نوجوانان اسلام اپنے عقائد میں پختہ ہیں اور اپنے عقائد میں قائم رہنے کی جرأت بھی ان میں موجود ہے۔ نوجوانان اسلام کے متعلق میری طبیعت پر جس چیز نے جو اثر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب سے شرماتے نہیں۔ ان کو کسی جگہ اور کسی کے سامنے اپنے اللہ کے سامنے سجدہ عبودیت ادا کرتے شرم نہیں آتی۔ اس لحاظ سے نوجوانان اسلام دوسرے مذہب کے نوجوانوں کے ساتھ درخشندہ مثالیں پیش کرتے ہیں کیونکہ دوسرے مذہب کے بہت سے نوجوانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کے اعلان سے شرماتے ہیں۔

بہرحال ہم سب کو دنیا کے امن و امان کے لئے مل کر دعائیں کرنی چاہئیں اور عزم بالجزم کر لینا چاہیئے کہ ہمارے قبضۂ قدرت میں جو کچھ ہے اس سے کام لیں گے اور دنیا کے امن و امان میں خلل نہ ہونے دیں گے۔ اور دنیا کو وہی امن و امان کا پیغام جو سلام اور السلام علیکم کی روح ہے۔

امریکی مفکر مسٹر چارلس کا اعتراف حقیقت

محمدؐ کا تاریخی کردار!

اسلام انسانیت کے لئے ابدی تکمیل و وحدت کی وہ آخری منزل ہے جس کے آگے اور کوئی منزل نہیں۔ مذہبیت، مادیت، اور الحاد کی فتنہ سامانیوں سے تھکا ہوا اور عاجز، پریشان دنیا آج شعوری اور لاشعوری طور پر اس منزل کی جانب کشاں کشاں بڑھتی جا رہی ہے۔ ذیل کے اقتباسات سے اس حقیقت کا اندازہ لگائیے۔ عنوان نگار ایک عیسائی "چارلس" ہیں اور ان کا یہ مضمون امریکہ کے ایک مشہور مخالف اسلام رسالہ "دی مسلم ورلڈ" کی تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ ہمیں یہ مضمون محترمہ زبیدہ خاتون آزاد ڈسپنسری نے ارسال فرمایا ہے ہم بجا طور شکریہ کے ساتھ اس اقتباس کو شائع کرتے ہیں۔

تاریخ کے دھاروں کا رخ پھیرنے میں بڑے آدمیوں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے ہیں ان کی اہمیت گزشتہ سو سال میں گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مورخوں کا اب یہ نظریہ ہوتا جا رہا ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں، وہ بڑے آدمیوں کے اثر و رسوخ سے نہیں ہوئیں بلکہ بڑھتی ہوئی آبادی، اقتصادی ترقی، طبقاتی کشمکش، نسلی یا قومی خصوصیات اور اسی قسم کی دیگر چیزیں ان تبدیلیوں کی ذمہ دار ہیں۔

یہ بات بھی کچھ صحیح ہے کہ بڑے آدمیوں نے تاریخ میں جو پارٹ ادا کیا ہے اس کی اہمیت ان کے ہمعصروں نے زیادہ محسوس کی ورنہ بعد میں ان کی اہمیت کچھ زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے باوجود بعض ایسے بھی بڑے آدمی گذرے ہیں جنہوں نے خاص طور پر تاریخ کا رخ پھیر دیا ہے ور ان میں سے حضرت عمر الفاروق الخطاب مانے۔ اگر ان کی عظمت اور ان کی ذاتی کوششوں کا دخل نہ ہوتا تو آج دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ تاریخی طاقتوں کے پیشرو تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ پیغمبر عرب محمدؐ کا شمار تاریخ کی انہیں چند ہستیوں میں ہے۔

عالمگیر مذہب

اسلام نہ صرف ایک عالمگیر مذہب ہے بلکہ یہ ایک زندہ مذہب ہے نہ صرف اس کے پیروؤں پر اسلام کا زبردست کنٹرول ہے بلکہ وہ آہستہ آہستہ ساری دنیا میں طاقت پکڑتا جا رہا ہے۔ اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں جبکہ اسلامی حکومتیں بہت کمزور ہو گئی تھیں اس وقت بھی اسلام کے اثرات دنیا میں بڑھتے رہے۔ آج بھی افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں اسلام کی طاقت زور پکڑتی جا رہی ہے۔

مراکش اور ایران کے درمیان عربوں کی آبادی چھ کروڑ ہے ان میں کچھ عیسائی بھی ہیں جو مشرق وسطیٰ کی سیاست میں اپنا پارٹ خاص طور سے ادا کر رہے ہیں۔ دنیا کے تیل کے سب سے عمدہ اور قیمتی ذخیرے عربوں کے قبضہ میں ہیں اور وہ دنیا کے بیچوں بیچ ایک خاص جنگی پوزیشن کے مالک ہیں جس کو بین الاقوامی طور پر کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے بعض رکاوٹوں کے باوجود عربوں کا سیاسی اتحاد روز بروز مضبوط ہوتا جا رہا ہے اور بین الاقوامی معاملات میں ان کا اثر بڑھتا جا رہا ہے۔

اسلام کی تعمیر اور تشکیل میں محمدؐ کا تنہا حصہ ہے کسی پیغمبر نے تنہا اپنے مذہب کو اتنی ترقی نہیں دی جو محمدؐ کی ذات سے اسلام کو ہوئی۔ مذہب یہود نے بھی صدیوں کے ردو بدل کے بعد اپنی حقیقی شکل اختیار کی تھی۔ عیسائیت کی ترقی میں حضرت عیسیٰ کے بعد سب سے بڑا ہاتھ "سینٹ پال" کا ہے جنہیں عیسائیت کا دوسرا بانی کہا جاتا ہے۔ لیکن محمد نے تنہا اپنی زندگی میں ہی اسلام کی تمام خصوصیتوں کو زندہ کر دیا۔

محمدؐ کی صحیح عظمت کا اندازہ

محمدؐ کی صحیح عظمت اور ان کی شاندار کامیابیوں کا اندازہ لگانے کے لئے ساتویں صدی کے عرب کو سامنے رکھنا چاہئے جہاں ظلمت اور جہالت عام تھی اور روحانیت کا زوال اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ محمدؐ نے اسلام کی طاقت سے اس ملک کی کایا پلٹ دی محمد نے صرف ایک قبائلی یا قومی مذہب نہیں پیش کیا بلکہ ان کی دعوت عالمگیر تھی آپ نے صحیح معنوں میں اسلام کو عالمگیر مذہب بنا دیا۔ آپ نے نہ صرف اپنی روحانی طاقت سے یہ شاندار کامیابی حاصل کی بلکہ اس کے لئے آپ نے ایک شاعر کا زور بیان اور ایک مدبر کی سیاسی سوجھ بوجھ، ان خوبیوں کو بھی اپنی ذات میں چھپا لیا تھا اور اکٹھا کر لیا تھا۔ مذہبی روحانیت شاعر کا زور بیان اور ایک مدبر کی سیاسی دور اندیشی اور دانائی ان تینوں چیزوں کا اشتراک بیک وقت شاید ہی کسی انسانیت کی ذات میں ہو لیکن محمدؐ کی ذات میں یہی وہ خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے آپ نے اسلام کو اتنی شاندار عظمت بخشی۔ اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

اسلام کا حیرت انگیز انقلاب

اسلام نے کس طرح اپنے پیروؤں کی ذہنیت میں انقلاب برپا کیا اس پر رائے زنی کرتے ہوئے مسٹر چارلس لکھتے ہیں:-

ساتویں صدی کے مسلم فاتحین تاتاریوں کی طرح محض وحشی اور بربری نہ تھے جو لوٹ مار کر کے ساری دنیا پر چھا جانے کی کوشش کرتے، بلکہ وہ جہاں کہیں گئے اپنے ساتھ ایک نیا مذہب، نیا ایمان، نیا قانون، اور ایک نئی زبان لے کر گئے۔ وہ ہر جگہ لوگوں کی تنظیم اور اصلاح کرتے گئے۔ ان کو خود کچھ سیکھنا نہیں تھا۔ اگر کسی جگہ انھوں نے نئی باتیں دیکھیں مثلاً سائنس وغیرہ تو انھوں نے انھیں اسلامی ضروریات کے مطابق اپنا لیا۔ اسلامی تہذیب و تمدن پر یونانی آرٹ کلچر اور یونان کی سیاسی زندگی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی ذہنیت پر محمدؐ کا اثر کس قدر غالب تھا۔

محمدؐ نہ صرف اسلام اور اسلامی تہذیب کے بانی تھے بلکہ آپ نے عربوں میں جدید قوم پرستی کی بنیاد بھی رکھی۔ یہ قومیت مغرب یا وسطی یورپ کی قومیتوں سے مختلف تھی۔ عرب سارے مشرق وسطیٰ میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو مذہبی ناتے سے ایک زبردست اتحاد بخشا۔

اگر کسی آدمی نے تنہا تاریخ عالم کا رخ پھیر کر دنیا کو ایک دور سے روشناس کرایا تو وہ بلا مبالغہ محمدؐ تھے۔

ڈاکٹر عبدالوہاب عزام بے سفیر مصر

حضورِ رسالتمآب میں

چودہ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں صبح کا ستارہ آفتاب کی بشارت لیے ہوئے طلوع ہوا۔ تشنہ کام زمین کو بارش کی خوشخبری دینے والا کوکب آشکارا ہوا۔ زمین پر خیر و برکت کا وہ چشمہ جاری ہوا جس کے فیضان سے ساری کائنات سیراب ہو گئی۔ صحیفۂ ایام پر سیرتِ عظمیٰ کی بسم اللہ تحریر کی گئی۔ زمانہ کے اوراق پر وہ کتاب لکھی گئی جس کا سرنامہ ازل سے شروع اور صفحۂ آخر مفقود تھا جس کے صفحات پر تاریخ بشریت کے نادر ترین واقعات ثبت تھے۔ علیم الاخلاق نے اپنے عظیم تر قانون کو ایک بچہ کی شکل میں بھیج دیا۔ مکہ میں قریش کے گھرانے میں اس غریب بچہ نے عہد طفولیت کی پہلی آواز بلند کی۔ آمنہ بنت وہب کے بطن سے محمد بن عبداللہ تولد ہوئے۔

اس بچہ کی ولادت پر شادیانے نہیں بجے، دور دور خبریں نہیں بھیجی گئیں۔ مبارک سلامت کا غلغلہ بلند نہیں ہوا اور نہ جشن منائے گئے۔ لیکن خلاق عالم کو علم تھا کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آیا ہے۔ زمین کس کے قدوم سے مفتخر ہوئی ہے۔ صرف اللہ کو معلوم تھا کہ آج وہ قدسی صفات پیدا ہوا ہے جو کائنات کو توحید سے لبریز کرے گا۔ صنم پرستی کا خاتمہ کرے گا

حق کو بلند اور باطل کو ذلیل کرے گا۔ خیر و صلاح اور شر کا دشمن ہوگا۔ غلامی کو نابود اور حریت کو قائم کرے گا۔ بنیان مخلوق، جبر کو لرزہ براندام کرے گا۔ بے نواؤں اور بیکسوں کی ڈھارس اس سے بندھ جائے گی۔ الفت و محبت کے رشتوں کو مضبوط اور بغض و عناد کی بیخ کنی کرے گا اور عمل صالح کو عظمت بخشے گا۔ تعصب، تنگ نظری کو مٹا کر اخوت عامہ کا درس دے گا۔

معرفت الٰہی عام ہونا تھا کہ آج جو شخص پیدا ہوا ہے وہ حق کو منور و جلی اور کلیساؤں کی قیود سے نکال کر عوام کی شریعت میں نظر انداز کردے گا۔ اہل نفوذ و سلطنت جن کو عمل کرتے تھے انکو ارباب اقتدار کی زور و قوت اور جاہ و حشم سے نافذ کرائے گا۔ اور اب بادشاہ، دیوتاؤں اور خداؤں کی صف میں نہیں بلکہ نماز کی صف میں کھڑے ہوں گے۔ زندگی کمزوری اور بے عملی کے بجائے جہد و سعی کے لئے جہد مسلسل کا نام ہوگا۔ اب دنیا کو معلوم ہوگا کہ حق اور قوت کس طرح یکجا ہوتے ہیں اور حکومت و نبوت کیونکر ہم عنان ہو کر چلتی ہیں۔

یا رسول اللہ! آج ہم آپ کی شریعت، آپ کی دعوت اصلی سے کس قدر دور ہو گئے ہیں اور ہماری سیرت آپ کی سنت سے کس قدر مختلف ہو گئی۔

حضور! آپ نے مسلمان کو تعلیم دی تھی کہ وہ اس زمین پر خدا کا خلیفہ بنے، عدل و انصاف کا بول بالا کرے اور دولت کو خدا کے بندوں میں تقسیم کرے۔ قانون خداوندی کے مطابق زمین کے تمام باشندوں کا نگران کار رہے اور ان کو حق و صداقت کی طرف کھینچ کر لائے اور عمل خیر کی طرف گامزن کرے۔

مگر آج مسلمان کہاں اور منصب جلیلہ خلافت کہاں، اسکی عقل کہاں اور آپ کی حکیمانہ سیاست کہاں! افسوس! مسلمان اس عظیم تر رتبہ سے گر چکا ہے۔ اس کا قلب مسطح بلند سے [illegible] اس کا عزم ہمت کامل سے محروم ہے اور اس کا ہاتھ عظمت سلطانی سے قاصر ہے۔

حضور! آپ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کا ذمہ دار بنایا تھا۔ آپ نے انکو سکھایا تھا کہ ایک عادل کی طرح وہ خود کو بھی عدل کے سامنے جوابدہ سمجھے، نہ ظلم کرے نہ ظلم سہے نہ کسی کا حق مارے نہ اپنا حق چھوڑے۔

آپ نے ان کو اللہ کا یہ فرمان سنایا:-

"اے مسلمانو، خدا کے لئے عدل قائم کرو، کسی سے عداوت کی بنا پر عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو"

"تم عدل کیا کرو، عدل تقویٰ سے قریب تر ہے، پرہیزگار بنو۔ اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے"

"اے مسلمانو! اگر عدل کا فیصلہ تمہارے والدین، اہل قرابت یا خود تمہارے خلاف واقع ہو تب بھی تم اسکو نافذ کرو۔"

یارسول اللہ! آپ کی تعلیم نے مسلمانوں کو ذی عزت، خوددار اور موجد بنایا تھا۔ انسان انسان برابر ہو گئے تھے۔ کوئی کسی کا مالک و رب نہیں رہا تھا۔ لیکن ان پست ذہنوں نے اپنے مفاد کے خاطر زرداروں اور اقتداروں کو خدائی کا درجہ دے کر ان کی پرستش شروع کر دی اور ان کی بارگاہوں میں جھک جھک کر اپنے شرف انسانیت کو غارت کر دیا

آپ کی تعلیم تھی کہ مسلمان پیکر جدوجہد عمل، دائم الحرکت اور سادہ زندگی کا ماہر، سبقت حریف تگ و تاز رہے۔ محنت کا دھنی، خوف، مایوسی اور طمع سے آزاد ہو۔ اس کے عزم و ارادوں کے سامنے بحر و بر اور کوہ و بیابان بے حقیقت ہوں اور وہ ہمیشہ مرداں دلیر اور بلند ہمت رہے

مگر افسوس! اب مسلمان معطل بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ عبادت ہے۔ بے عمل رہتا ہے کہتا ہے کہ توکل ہے۔ مایوس ہوتا ہے اور اس کی توجیہ کرتا ہے کہ یہ قناعت ہے۔ لوگوں نے آپ کے ارشادات میں کیسی تحریف کی ہے اور آپ کی آیات سے کس قدر بے خبر ہو گئے ہیں

یارسول اللہ! آپ نے مسلمانوں کو حیات میں جری اور حوادث میں صبور بنایا تھا گویا مسلمان کارزار حیات میں فضائے اسلام و فطرت کا غیر متبدل قانون تھا۔ مصائب کے ہجوم میں اس کے چہرے پر مسکراہٹ رقص کرتی اور اس کی پیشانی پر اعتماد کا نور جلوہ گر ہوتا تھا۔ ایمان کامل اور یقین محکم کی بدولت اس کی مشکلات کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور امیدوں کے ستارے جگمگا اٹھتے تھے۔ غبار صاف ہو کر نئے آب و تاب کی ضیا دکھائی دیتی میان سے تیغ اور تلوار چمکتی مگر افسوس۔ آج کا مسلمان ان صفات جلیلہ سے محروم، مایوس، ناکام اور درماندہ حال ہے۔

یارسول اللہ! میں آپ کے حضور میں ایک لمحہ کے لئے کھڑا ہوا تو عزت، عظمت، حریت حق، خیر و برکت اور فضیلت کا ہر مفہوم مجھ پر مینہ کی طرح برسنے لگا۔ اور عیب و خسران، ذلت و نکبت، شر و بطلان میرے کاشانہ دل سے یکسر پرواز کر گئے۔

یارسول اللہ! آپ کی سیرت مبارکہ تاریکی میں بھٹکنے والوں کے لئے چراغ روشن اور نیر اعظم ہے۔ آپ کی شریعت طالبان خیر کے حق میں مشعل ہدایت ہے۔ آپ کی دعوت طالبان حق کے لئے اذان صبح ہے اور آپ کی رسالت ساری دنیا کے لئے رحمت ہے۔ اگرچہ مسلمانوں نے کجروی اختیار کر لی اور آپ کی سنت مستقیم سے وہ بھٹک گئے ہیں مگر آپ کی شریعت محو نہیں ہوگی۔ وقت آ رہا ہے کہ آپ کی سیرت ہی ان کو راہ راست پر لائے گی اور آپ کی سنت ہی ان کا مقصد حیات بنے گی۔ اور آپ کی دعوت ہی ان کی رہنمائی کرے گی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک

ہجرت نبوی سے وفات تک کی تفصیلی تاریخیں

	عام الاذن بالرحیل من المکۃ الی المدینۃ یعنی عام الاجازۃ	عام الامر بالقتال	عام التمحیص	عام التہنیت علی النکاح	عام الزلزال
تاریخ ہجری	سنہ ۱ھ	سنہ ۲ھ	سنہ ۳ھ	سنہ ۴ھ	سنہ ۵ھ
یکم محرم	۱۹ر اپریل سنہ ۶۲۲ء	۸ر اپریل سنہ ۶۲۳ء	۲۵ اپریل سنہ ۶۲۴ء	۱۵ر اپریل سنہ ۶۲۵ء	۴ر اپریل سنہ ۶۲۶ء
یکم صفر الاول	۱۸ر مئی سنہ ۶۲۲ء	۷ر مئی سنہ ۶۲۳ء	۲۵ر مئی سنہ ۶۲۴ء	۱۵ر مئی سنہ ۶۲۵ء	۴ر مئی سنہ ۶۲۶ء
نسی یکم صفر ثانی	———	۶ر جون سنہ ۶۲۳ء	———	———	۲ر جون سنہ ۶۲۶ء
یکم ربیع الاول	۱۵/۱۶ جون سنہ ۶۲۲ء	۵ر جولائی سنہ ۶۲۳ء	۲۳ر جون سنہ ۶۲۴ء	۱۳ر جون سنہ ۶۲۵ء	۲ر جولائی سنہ ۶۲۶ء
یکم ربیع الثانی	۱۶ر جولائی سنہ ۶۲۲ء	۳ر اگست سنہ ۶۲۳ء	۱۳ر جولائی سنہ ۶۲۴ء	۱۳ر جولائی سنہ ۶۲۵ء	۳۱ر جولائی سنہ ۶۲۶ء
یکم جمادی الاول	۱۵ر اگست سنہ ۶۲۲ء	۲ر ستمبر سنہ ۶۲۳ء	۱۲ر اگست سنہ ۶۲۴ء	۱۱ر اگست سنہ ۶۲۵ء	۳۰ر اگست سنہ ۶۲۶ء
یکم جمادی الثانی	۱۳ر ستمبر سنہ ۶۲۲ء	۲ر اکتوبر سنہ ۶۲۳ء	۱۱ر ستمبر سنہ ۶۲۴ء	۱۰ر ستمبر سنہ ۶۲۵ء	۲۹ر ستمبر سنہ ۶۲۶ء
یکم رجب	۱۳ر اکتوبر سنہ ۶۲۲ء	۳۱ر اکتوبر سنہ ۶۲۳ء	۲۰ر اکتوبر سنہ ۶۲۴ء	۹ر اکتوبر سنہ ۶۲۵ء	۲۸ر اکتوبر سنہ ۶۲۶ء
یکم شعبان	۱۱ر نومبر سنہ ۶۲۲ء	۳۰ر نومبر سنہ ۶۲۳ء	۱۹ر نومبر سنہ ۶۲۴ء	۸ر نومبر سنہ ۶۲۵ء	۲۶ر نومبر سنہ ۶۲۶ء
یکم رمضان	۱۱ر دسمبر سنہ ۶۲۲ء	۲۹ر دسمبر سنہ ۶۲۳ء	۱۸ر دسمبر سنہ ۶۲۴ء	۷ر دسمبر سنہ ۶۲۵ء	۲۷ر دسمبر سنہ ۶۲۶ء
یکم شوال	۹ر جنوری سنہ ۶۲۳ء	۲۸ر سنہ ۶۲۴ء	۱۷ر سنہ ۶۲۵ء	۶ر سنہ ۶۲۶ء	۲۴ر سنہ ۶۲۷ء
یکم ذی القعدہ	۸ر فروری سنہ ۶۲۳ء	۲۶ر فروری سنہ ۶۲۴ء	۱۵ر فروری سنہ ۶۲۵ء	۴ر فروری سنہ ۶۲۶ء	۲۳ر فروری سنہ ۶۲۷ء
یکم ذی الحجہ	۹ر مارچ سنہ ۶۲۳ء	۲۷ر مارچ سنہ ۶۲۴ء	۱۷ر مارچ سنہ ۶۲۵ء	۶ر مارچ سنہ ۶۲۶ء	۲۴ر مارچ سنہ ۶۲۷ء

اکسیر چشم
کے کرشمے
تقریباً ڈیڑھ سال قبل مجھے اچانک ضعف بصارت کی شکایت لاحق ہوگئی
جو رفتہ رفتہ بڑھتی گئی میں نے ڈاکٹروں کے مشورہ سے کئی دوائیں استعمال کیں
مگر کوئی افاقہ نہ ہو سکا اور چشمہ کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ معائنہ کرا کے چشمہ
خرید لیا گیا اس کے کئی ماہ بعد عزیزی دواخانہ پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳
کی شائع کردہ کتاب "اکسیر چشم" کی بابت میں نے پڑھا چنانچہ خدا کا نام لے کر
میں نے عزیزی دواخانہ بمبئی کے منیجر صاحب کو "اکسیر چشم" بھیجنے کے
لئے لکھا۔ اور اب میں اسے اپنے عزیزوں تک کو استعمال کرا رہا ہوں ۳-۲ ماہ
کے استعمال کے بعد ہر ایک شخص کو مشورہ دوں گا کہ وہ چشمہ کی ضرورت محسوس
کر کے اس کا عادی نہ بنے بلکہ "اکسیر چشم" کا استعمال کیا جائے
آنکھوں جیسی نعمت عظمیٰ کے لئے اکسیر چشم کی قیمت ہیچ ہے۔ یہ
واقعی اسم با مسمیٰ
صغیر احسن
ڈپٹی ... رامپور (یو پی)
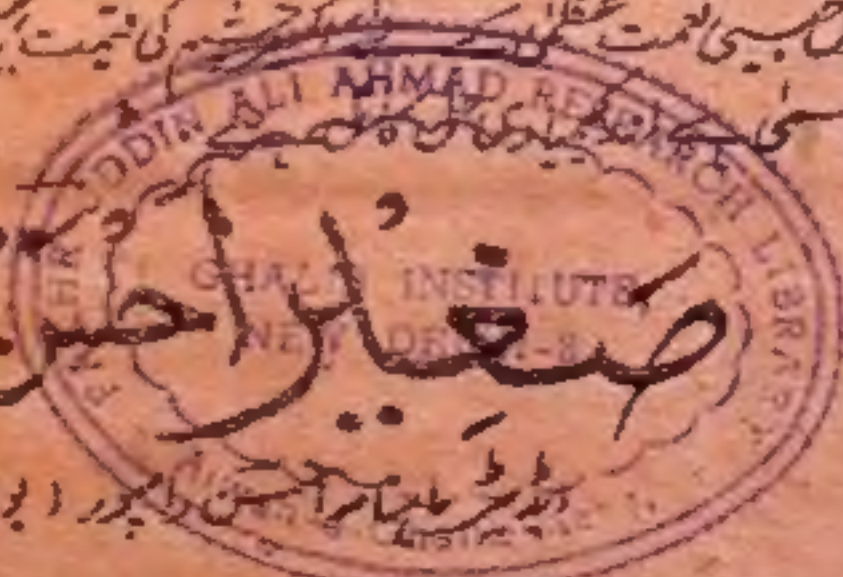
۷۸۶
ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے۔
جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔
نہایت رحم والا مہربان، روزِ جزا کا حاکم
اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔
اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
ہم کو دین کا سیدھا رستہ دکھا۔
اُن لوگوں کا رستہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا،
نہ اُن کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔
اور نہ گمراہوں کا۔
(ترجمہ سورہ فاتحہ)
ای۔ایس پاٹن والا
(افغان اسنو)